قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

ہفتہ 19 مارچ 2022ء | 16 شعبان 1443 ہجری قمری | 19 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:68

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ کتاب المناقب الصحابۃ الفصل الثالث صفحہ 455)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

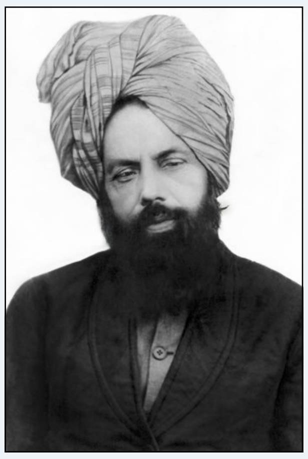

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے... جب ایک برتن کو مانجھ کر صاف کر دیا جاتا ہے، پھر اُس پر قلعی ہوتی ہے اور پھر نفیس اور مصفّٰی کھانا اُس میں ڈالا جاتا ہے یہی حالت اُن کی تھی۔ اگر انسان اسی طرح صاف ہو اور اپنے آپ کو قلعی دار برتن کی طرح منور کرے تو خدا تعالیٰ کے انعامات کا کھانا اُس میں ڈالا جاوے۔ لیکن اب کس قدر انسان ہیں جو ایسے ہیں اور قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا کے مصداق ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 15 ایڈیشن 1984ء)

’’تم لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ تزکیہ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔

سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہیئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡک سمجھتا ہے ایسے ہی عملی طور پر اُس کو دکھانا چاہیئے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہیئے۔ اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بُغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہوجانا چاہیئے... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ اور جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے اُس وقت کہہ سکیں گے کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 407 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا ﴿۱۰﴾

(الشمس: 10)

ترجمہ: یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔

فرمانِ خلیفہ وقت

پس یہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں میں پیدا فرمایا جو دشمنیوں اور کینوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ کی دشمنی نہ صرف یہ کہ سالوں چلتی تھی بلکہ نسلوں تک چلتی تھی۔ لیکن جب ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کامل عبد بننے کی کوشش کی۔ قرآنِ کریم کو پڑھا، سمجھا اور اپنے پر لاگو کیا اور اس الٰہی کلام کے نور سے اپنے دلوں کو منور کیا تو پھر ایسے مصفّٰی ہو گئے جیسے قلعی کیا ہوا برتن چمکتا ہے۔

یہاں رہنے والوں کو یا بعض لوگوں کو شاید قلعی کا صحیح اندازہ نہ ہو کہ برتن کو قلعی کرنے کا طریق کیا ہے؟ پُرانے زمانے میں تانبے اور دھاتوں کے برتن ہوتے تھے اور کچھ عرصے بعد انہیں قلعی کروانا پڑتا تھا۔ پاکستان میں اور ہندوستان میں رہنے والے لوگوں کو تو اندازہ ہو گا کہ کس طرح قلعی ہوتی ہے اور خاص طور پر جو ہمارے لنگر خانوں میں ڈیوٹی دینے والے ہیں اُن کو بھی اندازہ ہے کیونکہ جلسہ سالانہ میں دیگیں قلعی کروائی جاتی ہیں۔ قلعی کے لئے پہلے برتن کو آگ میں ڈالا جاتا ہے پھر اُس پر نوشادر یا کچھ کیمیکل ملے جاتے ہیں یا ٹل کے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ بہر حال اُس کے بعد پھر ایک سفید چمکدار دھات ہوتی ہے وہ اُس پر ٹلی جاتی ہے۔ جب اچھی طرح اُس کا گند پہلے سے اتارا جائے اور پھر یہ دھات ٹل کے اُس کو ایک کپڑے سے اچھی طرح پالش کیا جائے تو پھر وہ برتن اس طرح بالکل صاف شفاف اور چمکدار ہو جاتا ہے جیسے چاندی کا برتن ہو۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11 مارچ 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- سو بار چمن مہکا سو بار بہار آئی (منظوم)
- حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے اچھوتے انداز اور قابل عمل زاویے
- ’’خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو‘‘
- اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

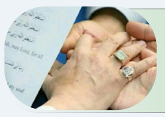

دربارِ خلافت

خلافت سے متعلق یہ رؤیا ہمیشہ سے ہی جماعت میں اللہ تعالیٰ دکھاتا چلا آرہا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب جن کی بیعت کا سن 1906ء ہے، فرماتے ہیں۔ جب ہمارے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مالکِ حقیقی کو جا ملے اور خلافتِ اُولیٰ کا دور دورہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس خلافت کے ذریعہ سے جو مجھ پر وارد فرمایا، وہ یہ ہے۔ ایک دن رؤیا میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت شاہی گھوڑا باندھا ہوا ہے۔ جس کا رنگ شاہ گندمی کمید ہے۔ اُس گھوڑے کے پاس ایک پلنگ ہے جس پر بسترا بچھا ہوا ہے، تکیہ وغیرہ بھی رکھا ہوا ہے۔ خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ آندھی چلی ہے۔ وہ آندھی موسمِ گرما کی سی آندھی ہے جس طرح موسمِ گرما میں رات کے وقت عموماً آندھی چلا کرتی ہے۔ (انڈیا پاکستان میں رہنے والے جانتے ہیں، رات کو آندھیاں آیا کرتی ہیں) بستر ے مٹی، تنکے، چھوٹے چھوٹے کنکروں وغیرہ سے پُر ہو جایا کرتے ہیں۔ (باہر جو لوگ سویا کرتے ہیں، اُن کو یہ پتہ ہے) اس قسم کے بستر کو مَیں صاف کر رہا ہوں، جھاڑ رہا ہوں اور وہ بسترا خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح یہ سارا واقعہ مَیں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں عرض کیا۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ فرمائی کہ جو کچھ ہم کو ملا، اُس میں سے تم کو بھی حصہ مل گیا۔

حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر ولد میاں عبد الستار صاحب فرماتے ہیں (ان کی بیعت 1898ء کی ہے) کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک زمانے میں مجھے نہایت شاندار نظارہ دکھایا گیا۔ جو درحقیقت میری زندگی کی مختلف کیفیات کی خوشخبری تھی۔ یعنی حج کے دن بوقتِ تہجد میں نے دیکھا کہ دو شخص باہم باتیں کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ سنا ہے ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کی شکلیں نظر آتی ہیں، (یعنی دوستوں کی، ساتھیوں کی شکلیں نظر آتی ہیں)۔ اُس نے کہا ہاں جہلم کی طرف سے نظر آتی ہیں۔ پھر اُس نے کہا یہ دیکھو۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک شیش محل ہے جس کے شیشے سیاہ ہیں۔ معاً وہ براق ہو گئے اور اُس کے اندر چاروں یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرسیوں پر جلوہ پیرا تھے۔ (یعنی چاروں خلفاء)۔ نہایت شاندار نظارہ تھا۔ پھر وہ نظارہ ہٹ کر صرف حضرت عثمان نظر آئے۔ پھر وہ بھی نظارہ بدل کر صرف حضرت ابو بکر صدیق نظر آئے۔ یہ نظارہ میں نے سیر ہو کر اور اچھی طرح دیکھا۔ حضرت صدیق نے مجھے اپنا چہرہ اچھی طرح دکھلایا تو وہ بالکل حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ تو حضرت خلیفۃ المسیح ہیں۔ تو الہام ہوا کہ ابو بکر نور الدین کی شکل میں ہے۔ اصحاب فوت نہیں ہوں گے جب تک نور الدین کو نہ دیکھیں گے۔ میں نے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے جواباً فرمایا کہ مبشرات میں سے آپ کے رؤیا صالحہ ہے۔ ایسے ہی مجھے مختلف اوقات میں مبشرات ہوتے رہے۔ ایک اس میں یہ بھی تھا۔ ’’امن است در مکانِ محبت سرائے ما‘‘ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ یعنی ہماری محبت کے گھر میں رہنے والے کے لئے امن ہے۔ پھر کہتے ہیں یہ بھی مجھے الہام ہوتے رہے۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے شعر ہیں کہ ؎

اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

یہ خوشخبریاں اللہ تعالیٰ اُس زمانے سے جماعت کی ترقی کی صحابہ کو دکھاتا آرہا ہے۔

پھر کہتے ہیں بہت ساری خوابیں مَیں نے دیکھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پلاؤ کھلایا۔ پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حلوہ دیا کہ تقسیم کرو۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے بھی اور ساتھ بھی نماز پڑھی۔ حضور کو پانی پلایا۔ حضور ایک ٹیلے پر کھڑے تھے اور میں گڑھے میں تھا۔ حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ ایسا ہی حضور پھول چن رہے تھے۔ مَیں نے بھی چُن کر حضور کو دیئے۔ کہتے ہیں ایسے ہی میں نے حج کیا، مکہ مکرمہ کو دیکھا۔ طوافِ کعبہ کیا اور طواف کے بعد بیت اللہ میں پھلوں سے لدے ہوئے درخت پیدا ہو گئے۔ آم کھجور وغیرہ کے۔ یہ نظارے دیکھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ میرے ابتلاء کا زمانہ ختم ہونے کی خوشخبریاں مجھے ملیں۔ کہتے ہیں بعض بزرگوں قاضی عبد اللہ صاحب اور اَور دوسرے لوگوں کو بھی میرے بارے میں مبشّرات ملیں۔ پھر کہتے ہیں کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے 11/ مئی 1936ء کو آخری نفلی روزے کے دن تہجد کے وقت دیکھا کہ وائسرائے قادیان میں آیا ہے اور مَیں نے سب ملاقاتیوں میں سے احمدیوں کو پیش پیش رکھا ہے۔ یعنی یہ ملاقات کروا رہے ہیں اور مَیں اور مولانا اکٹھے ہیں۔ وائسرائے کو خطرہ ہے کہ مولانا اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ میرا وائسرائے سے دوستانہ بے تکلف تعلق ہے۔ مَیں اُس کو پان دے کر کہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ (یہ مولوی غلام رسول صاحب کی طرف سے خواب تھی) اُن کی طرف سے میں ذمہ دار ہوں۔ ایسا ہی ایک اور شخص نے بھی ان کے بارے میں اچھی خواب دیکھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 119-121 روایات حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد شیخ مسیتا صاحب فرماتے ہیں (انہوں نے 1894ء میں بیعت کی) کہ اے خدائے ذوالجلال! جو تیری جھوٹی قَسم کھاتا ہے وہ تیری درگاہ میں مردود و مخذول ہو جاتا ہے۔ پس مَیں تیری قدرتوں پر ایمان رکھتا ہوں اور تیری ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ تو نے مجھ گناہ گار ناچیز پر یہ بھید کھولے تھے۔ اگر مَیں نے تیری جھوٹی قسم کھائی ہے اور محض جھوٹے الہام یا خواب بنا کر تیری ذاتِ اقدس کی طرف منسوب کئے ہیں تو تو مجھے سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ مَیں نے دیکھا (خواب بتاتے ہیں) کہ کوئی باغ ہے اُس میں ساری جماعت کے احباب موجود ہیں۔ اور غرباء ایک طرف ہیں اور امراء ایک طرف ہیں۔ امراء نے اپنا لیڈر جناب حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کو مقرر کیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں خواب دیکھ رہے ہیں اور اس خواب کا تعلق حضرت خلیفہ اول کی خلافت سے ہے۔ کہتے ہیں بہر حال مولوی عبد الکریم صاحب کو مقرر کیا۔ مجھے میرے غرباء احباب نے اپنا لیڈر مقرر کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ پہلی تقریر جناب حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی کریں گے اور اُن کا جواب مجھ ناچیز کے ذمہ قرار پایا۔ حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں اپنی خلافت کے دلائل پیش کئے اور مَیں نے اپنی تقریر میں جناب حضرت مولانا نور الدین صاحب بھیروی کی خلافت کے دلائل دیئے۔ دلائل دے کر مولانا کی تقریر کا رڈ کیا۔ پھر مولانا نے اپنی خلافت کے دلائل بیان کئے۔ پھر میں نے اپنی تقریر میں مولانا کے دلائل کا رڈ کیا اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کی خلافت

بقیہ صفحہ 12 پر

سو بار چمن مہکا سو بار بہار آئی

سو بار چمن مہکا، سو بار بہار آئی
دنیا کی وہی رونق، دل کی وہی تنہائی

اک لحظ بہے آنسو، اک لحظ ہنسی آئی
سیکھے ہیں نئے دل نے انداز شکیبائی

اس موسم گل ہی سے بہکے نہیں دیوانے
ساتھ ابرِ بہاراں کے وہ زلف بھی لہرائی

ہر دردِ محبت سے الجھا ہے غمِ ہستی
کیا کیا ہمیں یاد آیا جب یاد تری آئی

چرکے وہ دیے دل کو محرومیٔ قسمت نے
اب ہجر بھی تنہائی اور وصل بھی تنہائی

دیکھے ہیں بہت ہم نے ہنگامے محبت کے
آغاز بھی رسوائی، انجام بھی رسوائی

یہ بزمِ محبت ہے، اس بزمِ محبت میں
دیوانے بھی شیدائی، فرزانے بھی شیدائی

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)

اداریہ

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے اچھوتے انداز اور قابل عمل زاویے

سورۃ النساء آیت 60 کی روشنی میں

گزشتہ دنوں مجھے اپنے حلقہ کی جماعت کے اجلاسِ عام میں آن لائن شمولیت کی توفیق ملی۔ اس اہم اجلاس میں انتظامیہ نے مجھے حقوق اللہ اور حقوق العباد پر گفتگو کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ اس ضروری اور مفید موضوع کو لے کر اگر میں چاہتا تو روائتی طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد پر اسلامی تعلیم اور اس میں بیان ہونے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق بھی گنوا سکتا تھا لیکن جب اس مضمون پر خدا داد سوچوں کے دھارے کے سہارے غور کرتے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(النساء: 60)

ذہن میں آئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اولاالامر یعنی فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو۔ اس آیت کریمہ میں بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی تاکید کا ذکر ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اَطِیْعُوا اللّٰهَ کے الفاظ میں حقوق اللہ اور رسول اللہ اور اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت میں حقوق العباد کا ذکر مضمر ہے۔ اب خاکسار مختلف حقوق کے بارے میں کچھ بیان کرے گا۔ اس آیت میں موجود حقوق کا مضمون ایک نئے انداز سے سامنے آئے گا۔

اطاعت کے حوالے سے حقوق اللہ

انسان کی یہی سوچ اپنے خالق کائنات کے حقوق کی ادائیگی کی طرف ہر دم دعوت دیتی ہے کہ انسان کو یاد رہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے تمام سلامت اور فعال اعضاء کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اس کی پیدائش اشرف المخلوقات کے طور پر ہوئی ہے،

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۟

(التین: 5)

اسے کوئی جانور نہیں بنایا۔ وہ بولتے ہیں اور اپنا مافی الضمیر بھی بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اگلے کا مافی الضمیر سن کر فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے، دیگر حسیات بھی ان میں ودیعت کی ہیں لیکن پھر بھی وہ اشرف المخلوقات کے درجہ پر نہیں گئے۔ اس پر صرف انسان کو ہی فائز کیا گیا ہے۔ ہمیں مناسب حال اعضاء کی بجائے معذور یا Handycap نہیں بنایا۔ مخلوقات میں سے سب سے بلند درجہ عطا ہونے کی یہ سوچ ہی انسان کو اپنے خالق کا شکر ادا کرنے کے قابل بناتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریق عبادتِ الٰہی یعنی نمازوں کی ادائیگی ہے۔ جو انسان پر اللہ کا پہلا حق ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

(الذاریات: 57)

ہمیں عبادات کے حق ادا کرنے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہے۔ تسبیح و تحمید اور ذکر الٰہی میں وقت گزارنا ہے۔ صدقات وخیرات اور زکوٰۃ ادا کرنی ہے۔

اس حوالے سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کی پاکیزہ زندگی، حسن اخلاق اور آپؐ کے مبارک طریق کو دیکھیں تو آپؐ کی خلوت کی عبادات کا یہ عالم تھا کہ نماز اور نوافل میں لمباوقت کھڑے ہونے کی وجہ سے آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ آپؐ اپنے خالق کے سامنے اسقدر گڑگڑاتے، عجز و بکا کرتے کہ جیسے ہنڈیا سے ابلنے کی آواز آ رہی ہو۔ جب پوچھا جاتا کہ جب آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہے تو آپ اتنی کیوں عبادت کرتے ہیں تو کیا ہی خوبصورت جواب ہوتا کہ کیا میں اپنے خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

باجماعت نمازوں کی ادائیگی یوں تھی کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ ہمارے ساتھ محوِ گفتگو ہوتے مگر جونہی اذان کی آواز سنائی دیتی فوراً وضو کر کے مسجد کی طرف چل دیتے اور یوں لگتا جیسے آپؐ ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔ آخری بیماری میں بھی آپؐ دو صحابہؓ کے کندھوں کے سہارے نماز باجماعت کے لئے مسجد تشریف لاتے ہیں، بعض اوقات کمزوری کی وجہ سے آپ اپنے پیر زمین پر گھسٹتے جاتے۔ یہ سب کچھ اس اطاعت میں تھا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور اپنے حق کی ادائیگی کے دے رکھا ہے۔ اور یہ مبارک طریق ہم سب کے لئے عمدہ نمونہ اور مشعل راہ بھی ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقوق العباد کو حقوق اللہ پر فوقیت دی ہے کہ اگر اللہ کا کوئی حق ادائیگی سے رہ جائے تو انسان اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن اگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ جائے یا کسی اللہ کے بندے کے ساتھ زیادتی ہو جائے تو جب تک زیادتی کا شکار ہونے والے شخص سے معافی نہ مانگی جائے خدا معاف نہیں فرمائے گا۔ اس حوالے سے روزنامہ الفضل آن لائن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ارشاد کے مطابق "کتاب تعلیم کی تیاری" کے عنوان سے گزشتہ آٹھ دس ماہ سے ہر منگل کو ایک آرٹیکل شائع ہو رہا ہے جس میں بندے پر اللہ تعالیٰ کے حقوق، بندے کے اپنے نفس پر حقوق، اور بندے کے اپنے گرد و نواح کے بنی نوع کے حقوق، پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کر کے شائع کئے جا رہے ہیں جن سے الفضل آن لائن کی ویب سائیٹ پر موجود متعلقہ پرچوں کا مطالعہ کر کے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ حقوق اللہ و حقوق العباد کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اس عمیق تعلق کو جہاں بہت سی مثالوں سے واضح اور عیاں کیا جا سکتا ہے وہاں یہ بات بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جو زکوٰۃ، صدقات اور مالی قربانی کی جاتی ہے وہ بطور حقوق اللہ کی ادائیگی کے ہے۔ یہ بھی تو دراصل اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی غریب، مسکین و مجبور اور حقدار مخلوق کے لئے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عیال اور کنبہ قرار دیا ہے۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی گویا حقوق اللہ کی ادائیگی ہی ہے۔

حقوق العباد کے حوالہ سے اطاعت رسولؐ اور اولوالامر کے مضمون میں سب سے پہلے بیعت کا مفہوم بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بیعت کے معنی اپنے آپ کو اس بابرکت اور برگزیدہ شخصیت کے حق میں بیچ دینے کے ہیں جن کی بیعت کی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ضمن میں گائے کی فروخت کی مثال دی ہے کہ اگر کوئی کسان اپنی گائے فروخت کر کے اس کے دام وصول کر کے اس کے دودھ پر اپنا حق جتائے تو اسے دیوانہ کہا جائے گا۔

بعینہٖ اپنا ہاتھ کسی روحانی بندے کے ہاتھ میں پکڑوا کر بیعت کر کے انسان دراصل یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میرا اب کچھ نہیں رہا سب کچھ تیرا ہے۔ میں نے بیعت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور انعامات کی صورت میں دام وصول کر لئے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، جس نے میری اطاعت کی، اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے گویا اللہ کی نافرمانی کی۔

حضرت جنادہؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُننے اور بیعت کرنے پر بیعت کرتے تھے خواہ وہ بات پسند ہو یا ناپسند۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

"اطاعت صرف اپنے ذوق کے مطابق عمل کرنے کا نام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنے کا نام ہے خواہ وہ کسی کی عادت یا مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

(تفسیر کبیر جلد دوئم صفحہ 15)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"اطاعت یہ نہیں کہ خلیفۂ وقت کے یا نظام جماعت کے فیصلے جو اپنی مرضی کے ہوئے دلی خوشی سے قبول کر لیے اور جو اپنی مرضی کے نہ ہوئے

اس میں کئی قسم کی تاویلیں کرنی شروع کر دیں اور اُس میں اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 11 اکتوبر 2013ء)

صحابہ کی اطاعت کے اجتماعی واقعات

جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ مشورہ طلب فرما رہے تھے کہ کیا جنگ مدینہ میں ٹھہر کر لڑی جائے یا شہر سے باہر نکل کر؟ تو مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے صحابہ نے تو مشورہ دے دیا۔ اب مدینہ کے رہائشی انصار صحابہ کی باری تھی۔ حضرت مقداد بن اسودؓ انصار کی جانب سے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے اللہ کے رسول! ہم حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ

فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ

(المائدہ: 25)

کہ اے محمدؐ! تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ دشمن آپ تک کوئی گزند پہنچانے کے لیے نہیں پہنچ سکے گا جب تک ہماری نعشوں کو نہ روند لے اور اے رسول اللہ! اگر آپ سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم بھی دیں گے تو ہم وہ بھی کر گزریں گے۔

(سیرت الحلبیہ جلد اول صفحہ 453)

٭حرمت شراب کی آیت نازل ہونے اور اس پر فوراً عمل پیرا ہونے کا واقعہ بھی اجتماعی اطاعت میں ایک ایمان والے کو جلا بخشنے کے لیے کافی ہے۔ جب چند صحابہ حضرت طلحہؓ کے گھر بیٹھے شراب کے خم کے خم پیے جا رہے تھے کہ اچانک مدینہ کی گلیوں میں یہ صدا سنائی دی کہ اے مومنو! آج سے شراب حرام کر دی گئی ہے تو پھر کیا تھا کہ وہ صحابہ شراب کے نشے میں مدہوش اور دُھت تھے، لیکن اطاعت کے اعلیٰ معیاروں پر قائم تھے۔ انہوں نے فوراً شراب کے مٹکے توڑ ڈالے اور دیکھتی آنکھوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ شراب مدینہ کی گلی کوچوں میں بہنے لگی۔ صحابہ نے یہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ کس کا حکم ہے اور کب نازل ہوا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر)

اطاعت کے انفرادی واقعات

صحابہؓ کی سرکار دو عالم کی اطاعت کے حوالے سے حقوق کا جہاں تک تعلق ہے وہ بھی ایک الگ سے طویل اور ایمان افروز باب ہے۔ صحابہؓ کے واقعات کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حق ادا کرنے کے لیے بطور نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

٭حضرت ابیؓ ایک دفعہ نماز کی حالت میں تھے آنحضور ﷺ نے بلوا بھیجا آپؓ نے جلدی جلدی نماز ختم کر کے حاضری دے دی۔ آنحضور ﷺ نے حضرت ابیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم نے یہ حکم نہیں سُن رکھا کہ

اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ

(انفال: 25)

کہ اے مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی پکار کا جواب دیا کرو جب وہ تمہیں بلائے، تا کہ روحانی زندگی نصیب ہو۔

ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے اور صحابہ کا اژدہام تھا جو وہاں موجود تھا۔ آنحضور ﷺ نے حاضر صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا بیٹھ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ابھی باہر ہی تھے اور مسجد کی طرف بڑھ رہے تھے کہ آپ کے کانوں نے بھی یہ الفاظ سن لیے تو پھر کیا تھا اپنے آقاؐ کی اطاعت کا دم بھرنے والے اس جانثار نے فوراً حکم پر عمل کیا اور آپؓ باہر ہی زمین پر بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے ہی پرندے کے پھدکنے کی طرح مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔ مسجد آنے والے دیگر صحابہ نے حضرت عبداللہ سے کہا بھی کہ اس حکم کے آپ مخاطب تو نہیں ہیں۔ آپؓ نے بڑے جلالی انداز میں فرمایا کہ میرے کانوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیٹھ جانے کا حکم سنا ہے اگر میری ابھی جان نکل جائے تو میں خدا کو کیا جواب دوں گا کہ آپ نے حکم سنا اور تعمیل نہیں کی۔

(اصابہ جز 4 صفحہ 66)

اس دور آخرین میں کچھ ایسا ہی اطاعت سے بھرپور واقعہ دوہرایا گیا جس کو دیکھ کر دنیا بھر کے لوگ خصوصاً احمدی افراد کو ساڑھے چودہ سو سال قبل کا یہ واقعہ یاد آ گیا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب آپ نے مسجد فضل کے اندر کھڑے احباب کو بیٹھ جانے کا حکم فرمایا۔ لاؤڈ اسپیکر پر یہ حکم جب مسجد کے گرد و نواح میں کھڑے احباب نے سنا تو سب یک لخت بیٹھ گئے، یہ بھی نہ سوچا کہ حضور تو مسجد کے اندر ہیں یہ حکم اندر والوں کے لئے ہوگا، ٹھنڈے موسم میں یخ بستہ فرش اور سڑک پر جہاں بھی کھڑے تھے، خاموشی سے بیٹھ گئے گویا اُٹھتی لہریں ایک لحہ میں پُرسکون بہتا دریا بن گئیں۔ آنحضرت ﷺ کی دور آخر کی جماعت کے افراد کی اعلیٰ معیار کی اطاعت کا ایک اور واقعہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہو گیا۔ ایم ٹی اے کی Live نشریات کے ذریعے یہ اس دور کا اپنی نوعیت کا انوکھا اور خوبصورت واقعہ پوری دنیا میں ٹیلی کاسٹ کیا جارہا تھا، جس کی وجہ سے سب دنیا احمدیوں کی اطاعت خلافت کی گواہ بن گئی۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف ارشادات، ہدایات اور چھوٹی چھوٹی باتیں بیان فرما کر اپنے صحابہ کی تعلیم و تربیت فرمایا کرتے تھے آپؐ نے صحابہؓ کو کسی کے آگے دست دراز کرنے سے منع فرما رکھا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار تھے۔ آپؓ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل (رسی) زمین پر آ گری۔ آپؓ نے اپنے اردگرد موجود صحابہؓ سے وہ رسی اُٹھا کر دینے کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ خود اونٹ سے نیچے اتر کر اس رسی کو تھام لیا اور آنحضور ﷺ کے حکم کی اطاعت کر کے ثواب کے مستحق ٹھہرے۔ ایک روایت میں چھڑی گرنے کا واقعہ کسی اور صحابی کی طرف منسوب ہے۔ اور وہاں بھی اطاعت کا نمونہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق سمعنا واطعنا کی صورت میں صحابہؓ نے جو ادا کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآنی حکم

لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ

(الحجرات: 3)

یعنی اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ کے نزول کے بعد بعض بلند آواز رکھنے والے صحابہ گھر میں بیٹھ گئے تھے۔ کہیں غفلت میں آپؐ کی موجودگی میں آواز اونچی نہ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی آواز کو اس حد تک دھیما کر لیا تھا کہ ساتھ کھڑے شخص کو بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی، اس عمل کے پیچھے بھی اطاعت کا جذبہ موجزن تھا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ زوجہ محترمہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی کی وفات کے تیسرے روز خوشبو بھی لگائی اور ہونٹوں وغیرہ کو رنگین بھی کیا۔ خواتین کے پوچھنے پر فرمایا کہ میں نے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ سوگ تین دن تک کا ہے۔ اللہ اللہ آپؐ کے گھر میں بھی اسی طرح کا اطاعت کا جذبہ تھا جیسا صحابہ میں تھا۔

اطاعت کے حوالہ سے حقوقِ رسولؐ کی بابت ایک اور واقعہ درج کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک خاتون متعدی بیماری جذام کی حالت میں طواف کر رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ کر گھر بھجوا دیا کہ گھر میں بیٹھ جاؤ تمہیں طواف کا ثواب مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی تو بعض خواتین نے اس مجذوم خاتون سے کہا کہ جس شخص نے تمہیں طواف کرنے سے روکا تھا وہ تو اب اس دنیا میں نہیں رہا اب تم جا کر طواف کر سکتی ہو۔ اس ایمان دار خاتون نے جواباً کہا کہ ’’یہ کیسے ممکن ہے کہ اس خلیفہ کی زندگی میں تو میں اطاعت کروں اور ان کے وفات پا جانے کے بعد نافرمانی کروں، یہ ناممکن ہے۔‘‘

اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ اسلام آباد پاکستان سے مجھے دیکھنے کو ملا۔ جب خاکسار نے بطور مربی ضلع مکرم ڈاکٹر نقی الدین احمد مرحوم کو دوپہر 11 بجے کے قریب فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ کلینک جانے سے قبل دو نفل ادا کر رہے ہیں۔ نفلوں کی ادائیگی کے بعد اُن کے فون پر خاکسار نے نفلوں کے بارے میں استفسار کیا تو نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ وہ دو نفل ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے احباب جماعت کو پڑھنے کو کہے ہوئے ہیں۔ اور میں یہ ضرور ادا کرتا ہوں کہ میرے کانوں نے حضور رحمہ اللہ کی یہ ہدایت سُن رکھی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ گو خلیفۃ المسیح وفات پا چکے ہیں مگر آپ کی آواز پر موت نہیں آئی اور رات کلینک سے واپسی پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے دو نفل پڑھ کر سوتا ہوں (یہ واقعہ خلافت رابعہ کے دور کا ہے)

تو یہ ہیں وہ حقوق العباد جن کے ہم مکلف بنائے گئے ہیں تا ان کی روشنی میں حقوق اللہ کی ادائیگی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور پیار کے ہم وارث بنیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(ابو سعید)

ڈاکٹر احمد رضوان صادق۔صدر مجلس انصار اللہ ناروے

’’خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو‘‘

انسان کی فطرت میں جہاں ایک طرف اپنے خالق کی جستجو کی خواہش رکھی گئی ہے وہاں دوسری طرف تسکین کی جستجو بھی پائی جاتی ہے۔ اور ان میں ایک نسبت یہ ہے کہ اگر اپنے پیدا کرنے والے سے تعلق قائم ہوجائے تو سکون خود بخود نصیب ہوجاتا ہے۔ مگر دنیوی خواہشات اور بے جا مصروفیات کی وجہ سے جہاں وہ اپنے پیدا کرنے والے کو بھول جاتا ہے وہاں بے سکونی کا شکار بھی رہتا ہے۔ پھر سکون کے حصول کے لئے تو نت نئے طریقے ڈھونڈتا رہتا ہے۔ قدرت اس کی مدد بھی کرتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنی بھی مادی ترقی اور ایجادات ہوئی ہیں وہ اسی سکون اور آسانیوں کی تلاش میں ہی ہوئی ہیں۔ اس طرح ظاہری سکون تو شاید مل جاتا ہو مگر چونکہ خالق سے تعلق کی کوشش نہیں کرتا اس لئے حقیقی اور دائمی سکون سے محروم رہتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان بھی عمومی طور پر بے چینیوں کا شکار ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے خالق سے تعلق کے دعوے دار ہیں، ان کے پاس قران کریم بھی ہے جس میں اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾ کی تعلیم بھی ہے۔ لوگ ظاہری طور پر ذکر بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی سکون سے محروم ہیں۔ ہسپتال میں کام کے دوران اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جتنا ایک مسلمان اپنی بیماری سے بے چین ہوجاتا ہے اتنے دوسرے لوگ عموماً نہیں ہوتے۔ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ ان کا ذکر ظاہری زبان سے آگے نہیں جاتا۔

پھر ہم احمدی مسلمان ہیں، دوسروں سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں۔ مگر ہم بھی بہت سی کمزوریوں کا شکار ہیں۔ ہمیں بھی دیکھنا ہے کہ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم پر اس طرح عمل کر رہے ہیں کہ جس طرح عمل کرنے کا حق ہے۔ کیا ہمیں حقیقی سکون حاصل ہے۔

ایک حقیقی مومن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوجائے، اس کا قرب مل جائے۔ اسکی محبت نصیب ہو۔ پھر ہر مومن ان ہستیوں سے بھی محبت کرتا ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کا پتا دیا۔ اسکی راہ دکھانے میں انسان کی راہنمائی کی۔ میری مراد انبیاء علیہ السلام ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفے ﷺ ہیں۔ اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔

ہم میں سے بعض کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ کاش ہم آنحضور ﷺ کے زمانے میں ہوتے یا پھر حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں ہوتے اور براہ راست نبی سے فیض پاتے، صحابہ میں شمار ہوتے۔ اور انکی طرح قربانیوں کا موقع پاتے، دین کی خوب خدمت کرتے، ذکر کے اعلیٰ معیار پر ہوتے اور اس کا قرب پاکر اطمینان قلب پاتے۔ اب ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم مادی طور پر اس زمانے میں جاسکیں۔ مگر تاریخ کے تناظر میں ایک خوش خبری میں آپ کو دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ انسان کو قرب الٰہی اور سکون قلب کے حصول کے مواقع عطا فرماتا ہے جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنی اصلاح کرسکتا ہے۔ پہلے لوگوں کی طرح وہ قربانیاں پیش کرسکتا ہے اور اسی طرح دین کی خدمت کرسکتا ہے جنہیں وہ پہلے زمانہ کے لوگوں پر رشک کرتے ہوئے حسرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ عموماً انسان ایسے موقعوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ خدمت اور قربانی کا وقت آتا ہے تو اس سے گریز کرتا ہے۔ اور اس طرح ذکر الٰہی بھی اس طرح نہیں کرتا جس طرح اس کے کرنے کا حق ہے۔ وقت گذر جاتا ہے اور پھر انسان بعد میں اس وقت کو حسرت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ کاش ان موقعوں سے فائدہ اٹھالیا ہوتا مگر جیسے کہ آپ جانتے ہیں وہ وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309-308)

اب ہم اس پر مزید غور کرتے ہیں کہ ’’دین کی خدمت‘‘ کیا ہے۔ دراصل دین کی خدمت تو یہی ہے کی اس کی ضرورتوں اور اسکے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی قربانی دی جائے جس میں جان، مال، وقت، اولاد اور نفس کی قربانی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پہلے خود اللہ کے تمام حکموں پر عمل کرنا اور پھر دوسروں کو اس کی ترغیب دینا ہی دین کا بنیادی تقاضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کی نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۴﴾ یعنی ہم نے جو کچھ بھی ان کو عطا کیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اس میں صرف مال کی بات نہیں بلکہ ہر وہ نعمت شامل ہے جو اللہ نے عطا کی ہے۔ اس میں علم بھی ہے، وقت بھی ہے، اولاد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام نعمتوں اور صلاحیتوں کے شکر کا بہترین طریق بھی یہی ہے کہ انہیں خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ دوسروں کی خدمت کی جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنی زندگی بڑھانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کاموں کی تبلیغ کرے اور مخلوق کو فائدہ پہنچاوے۔

اب خدمت دین کا یہ کام اجتماعی طور پر بھی ہوسکتا ہے اور انفرادی طور پر بھی ہوسکتا ہے۔ اجتماعی طور پر مختلف تنظیموں کا قیام ہے جیسے مجلس انصاراللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماءاللہ وغیرہ اور ان کے عہدیداران ہیں۔ پھر واقفین زندگی کا نظام ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے پاس خلافت کے سائے میں دین کی خدمت کے لئے ایک مربوط نظام قائم ہے جس سے دوسرے محروم ہے۔ اور یہ خلافت ہی ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خوف کی حالت کو امن میں بدل دیتا ہے۔

انفرادی طور پر اپنی حالتوں کو بہتر بنانا، اپنا ہر کام ایمانداری سے کرنا اور ہر کام کرتے وقت یہ مدنظر رکھنا کہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ غرض اگر انسان کے دنیوی امور بھی اللہ کے حکموں کے ماتحت ہوں تو یہ امور بھی عبادت بن جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوجاتے ہیں۔ کسی بزرگ نے اپنے بیٹے کو کسی دوسری جگہ تبلیغ کے لئے بھیجا تو یہ نصیحت کی کہ کوشش کرنا کہ تبلیغ کے لئے الفاظ اور دلائل پیش نہ کرنے پڑیں۔ (یعنی لوگ آپ کے اخلاق اور کردار سے متاثر ہوں)۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے خود عباد الرحمٰن کی صفات پیدا کریں پھر اسکی تعلیم دوسروں کو دیں۔ خود قول سدید سے کام لیں، دوسروں کے حق کا خیال رکھیں، انکے کام آئیں، بے حیائی کی باتوں سے بچیں، یتیم کے مال کا خیال کریں، عدل وانصاف کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ ہمارا ناپ تول درست ہو، زمین پر اکڑ کر نہ چلیں، وہ موقف اختیار نہ کریں جس کا ہمیں کوئی علم نہیں، ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضامندی پیش نظر رکھیں۔

اگر ہم حقیقی سکون کی تلاش میں ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے سے ہی حاصل ہوتا ہے جن میں سے ایک راہ خدمت دین ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اسے دین کی خدمت کے لئے چن لیتا ہے۔ یعنی یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اور یہ محض اس کا فضل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ آیت 55 میں فرماتا ہے

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جب خدا ہی کسی کو اسکی توفیق دیتا ہے تو پھر ہمیں چاہیئے کہ ہم اسی سے ہی اسکی توفیق بھی مانگیں۔ اسی طرح ہم اسکے انعامات کے امیدوار بن سکتے ہیں۔

خدمت دین کا اجر

سورۃ النساء آیات 96-97 میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دو گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا یَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ غَیۡرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ فَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰهِدِیۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَفَضَّلَ اللّٰہُ الۡمُجٰهِدِیۡنَ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۹۶﴾ دَرَجٰتٍ مِّنۡهُ وَمَغۡفِرَةً وَّرَحۡمَةً ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۹۷﴾

’’مومنوں میں سے بغیر کسی بیماری کے گھر بیٹھ رہنے والے اور (دوسرے) اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں کے ذریعہ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے اپنے اموال اور جانوں کے ذریعہ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک نمایاں مرتبہ عطا کیا ہے۔ جبکہ

ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کی ہی وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک اجرِعظیم کی فضیلت عطا کی ہے۔ (یہ) اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور رحمت کے طور پر (ہے)۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔‘‘

ان آیات سے یہ بڑا واضح طور پر تا چلتا ہے کہ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے سب مومنین سےحسن سلوک کا وعدہ فرمایا ہے لیکن مجاہدین کے ساتھ جو غیرمعمولی فضلوں کا سلوک ہے اس کی بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اب آج جب کہ رسول کریم ﷺ کے دور کی طرح تلوار کے جہاد کا زمانہ تو نہیں رہا مگرہمیں کئی قسموں کے جہاد کا سامنا ہے۔ اس میں ایک قلم کا جہاد کا ہے، دین کی تبلیغ کا جہاد ہے، برائیوں سے بچنے کا جہاد ہے، تربیت اولاد اور سب سے بڑھ کر اپنےنفس کا جہاد ہے۔ تو وہ لوگ جو ایسے جہاد میں شامل ہونگے اللہ تعالیٰ انہیں بھی غیرمعمولی فضلوں سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدین کو بھی اجرعظیم عطا فرمائے گا، درجات بلند کرے گا، اور ان کے ساتھ بخشش اور رحمت کا سلوک فرمائے گا۔ ان کے اعمال بہتر ہوجائیں گے اور انہیں روح کا سکون بھی نصیب ہوگا۔ اس سے زیادہ تو کوئی اجر ہو نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں‘‘

(الحکم 7 فروری 1936ء)

اب یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ جن لوگوں نے خدمت دین کی انکے ساتھ اور انکی نسلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا واقعی ایسا سلوک کیا۔ جماعت میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کی جن بزرگوں نے اپنی زندگی خدمت دین میں گذاری انکی نسلیں آج تک اس کا پھل کھا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا احسان نہیں رکھتا اور جب بھی کوئی خلوص نیت کے ساتھ خدا کے دین کی خدمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب کاموں کا ذمہ خود لے لیتا ہے۔ اورغیب سے اسکی مدد کرتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ اور اسکی نسلوں تک کو جزا دیتا ہے۔ سننے والوں میں بہت سے اس چیز کے خود تجربہ کار ہیں۔

اب ہم میں سے ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ ہم دین کی خدمت کے جہاد میں کس حد تک اپنا حصہ ڈال رہے ہیں؟

• ہم میں سے اکثر تو اللہ کے فضل سے دین کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ آراموں کو پس پشت ڈال کر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں۔

ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں کہ دین کی خدمت کرسکیں۔ اتنے پڑھے لکھے نہیں۔ آج کل کے زمانہ میں کمپیوٹر وغیرہ پر کام نہیں کرسکتے۔ مگرمشاہدہ بتاتا ہے کہ جو بھی خلوص نیت سے کام شروع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی صلاحیتوں کو جلاء بخشتا چلا جاتا ہے، کمزوریوں کو دور کردیتا ہے۔ اور اس کی توفیق بڑھا دیتا ہے۔

بعض خدمت دین کی خواہش رکھنے کے باوجود اپنی صحت کے مسائل کی وجہ سے اس سے محروم رہتے ہیں۔ مگر وہ بہرحال دعاؤں سے مدد کرتے ہیں۔

پھرشیطان بھی انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اسکے اعمال کو اسی کے ہاتھوں ضائع کروانے کی کوشش کرتا ہے۔مثلاً جب کوئی اپنی خدمت کے بدلے میں یہ چاہتا ہے کہ اسکو فوری بدلہ دیا جائے، خاص سلوک کیا جائے تو بعض دفعہ وہ اپنی خدمت ضائع کررہا ہوتا ہے۔بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی عہدہ یا خدمت تو ہوتی ہے مگر وہ سستی کی وجہ سے اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اور اس شعبہ کا کام اسطرح نہیں ہو رہا ہوتا۔

پھرہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم کہیں ان لوگوں میں تو شامل نہیں جن کو لگتا ہے کہ ان کا وقت دینوی کاموں کے لئے بڑا قیمتی ہے اور دین کے کاموں کو معمولی سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اپنی مصروفیت کا بہانا بناتے ہیں۔ اکثراوقات ایسی سوچ رکھنے والوں کا وقت غیرضروری کاموں میں ضائع ہو جاتا ہے۔بعض دفعہ کئی قسم کی چٹیوں میں پڑ جاتے ہیں۔

پھربعض اسکے برعکس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی دین کی خدمت کرسکتے ہیں۔ ہم میں ہی وہ قابلیت اور اہلیت ہے۔ اس طرح تکبر کا شکار ہوکر اپنے اعمال ضائع کردیتے ہیں۔ دین کے کام سے تو عاجزی آنی چاہیے۔ اگر دین کی خدمت میں ریاکاری کا پہلو شامل ہوجائے مثلاً اگر نیت یہ ہو کہ لوگ اسے عالم کہیں، بزرگ سمجھیں اور اس کی عزت کریں۔ تو ایسے لوگ اپنی خدمت خود ضائع کررہے ہوتے ہیں۔

اگر کوئی دین کی خدمت کرکے یہ سمجھتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ پر احسان کررہا ہے۔ تو اللہ کو تو دین کی خدمت کے لئے بندوں کی کمی نہیں۔ اور اگر ایک بندہ بھی خدمت کرنے والا نہ ہو تو جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک نئی ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتی ہوگی۔ دین کا کام تو چلتا رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت دین کی توفیق دے رہا ہے تو یہ محض اس کا فضل ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کسی عہدہ دار کے رویہ سے یا کسی اور وجہ سے ٹھوکر کھا کر اپنے آپ کو الگ کرلیتے ہیں۔ دراصل وہ نہ صرف اپنا نقصان کرتے ہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی دین سے دور کرنے والے ہوتے ہیں۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بھی بار بار عہدہ داران کو اپنے رویوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

خدمت دین دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرنی چاہیئے اور اس راہ میں اگرنفس کی قربانی بھی دینی پڑے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنے بیٹے مرزا مبارک احمد صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

’’اللہ تعالیٰ کسی کا رشتہ دار نہیں۔ وہ ہستی لَمْ یَلِدْ ۬ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ اسکا تعلق ہر ایک سے اس احساس کے مطابق ہوتا ہے جو اس کے بندے کو اسکے متعلق ہو۔ جو اس سے سچی محبت رکھتا ہے وہ اس کے لئے اپنے نشانات دکھاتا ہے اور اپنی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کا کوئی قلعہ، کوئی فوج انسان کو ایسا محفوظ نہیں کرسکتا جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی امداد۔ کوئی سامان ہر وقت میسر نہیں آسکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی امداد۔ کوئی سامان ہر وقت میسر نہیں آسکتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہر وقت میسر آتی ہے۔ پس اسی کی جستجو انسان کو ہونی چاہئے۔ جسے وہ مل گئی اسے سب کچھ مل گیا، جسے وہ نہ ملی اسے کچھ بھی نہ ملا۔‘‘

(یادوں کے دریچے صفحہ 38)

آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس پر اپنی گذارشات کو ختم کرتا ہوں۔حضور فرماتے ہیں:

’’اب وقت تنگ ہے۔ میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔تندرست اپنی تندرستی پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اور کوئی شخص جوعمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہوجاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔ نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں بلکہ کوشش کرو اور اللہ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہوجاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کرچکا ہوں عمل کرنے کو کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد6صفحہ 263-264 ایڈیشن 1984ء)

پھرحضور اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روزکر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنی اصلاح کرنے والے ہوں۔ اللہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ایمان اور یقین میں بڑھاتا چلا جائے۔مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرمائے۔ آمین۔

اُس ؐ کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

سدرۃ المنتہیٰ۔ کینیڈا

یہ مثل ہمیشہ سے مشہور ہے کہ حقیقی عاشق اپنے عشق کی انتہاء تب پاتا ہے جب وہ اپنے معشوق کے رنگ میں اس قدر ترقی کر لے کہ اسکے اور اسکے معشوق کہ درمیان فرق کرنا ناممکن ہو جائے۔ دنیا نے ایسے عشقِ حقیقی کی صرف ایک ہی اعلیٰ ترین مثال کا مشاہدہ کیا۔ ایسا عاشق جس کو اس کے معشوق نے خود انسان کامل قرار دیا۔ وہ انسان کامل جس نے ہر صفت، ہر جزبہ اور تمام قویٰ کا استعمال اخلاق کے بلند ترین مقام کو پاتے ہوئے کیا۔ اور ہر حال میں یہ چاہا کہ اسکی تمام زندگی اپنے معشوق یعنی اس خدائے رحیم و کریم کی صفات سے بہرہ مند ہو۔ وہ انسان کامل کوئی اور نہیں بلکہ ہمارے آقا و مولیٰ محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کے عشق کا ایسا رنگ پکڑا کہ دنیا کی ہر دولت، ہر تعلق اور ہر آرام اس پر قربان کر دیا۔ ہر مخالفت کو مول لیا اور ہر، محاز پر لڑے تا خدا کے نام کی سر بلندی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے سرشار ہوئے کہ حقیقی رنگ میں اسکی صفات کے مظہر بن گئے۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں بارہا آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق جو کہ اپنے اندر حقیقی خدائی رنگ رکھتے تھے کا کچھ یوں ذکر کرتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(آل عمران:32)

یعنی تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور ایک اور جگہ فرمایا:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا

(الاحزاب:22)

کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

پس فرمانِ الٰہیٰ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس اُسوۂ حسنہ پر چلنے کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا اسوہ اور اسکی پیروی ایسا زندگی بخش جام ہے جس کو پیئے بغیر الہیٰ رنگ میں رنگے جانا ممکن نہیں۔

محمدؐ عَرَبی بادشاہِ ہَر دو سَرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

قرآن کریم کی پہلی سورت، الفاتحہ میں خدا تعالیٰ کی چار بنیادی صفات کا ذکر موجود ہے اور نبی کریم ﷺ اپنی ذات میں ان چاروں صفات کے اعلیٰ مظہر تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ اس آیت میں خدا تعالیٰ کے رب ہونے کا ذکر ہے کہ وہ تمام جہانوں، تمام مخلوقات کا رب ہے۔ اسکی ربوبیت تمام جن وانس پر قائم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ بھی اس صفت کے مظہر ہوئے، جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ نے فرمایا وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ پس جس طرح خدا تعالیٰ کی ربوبیت نے تمام جہانوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے فیض و برکات اور آپکی تعلیمات بھی تمام انسانیت اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے قابل تقلید قرار پائیں۔ آگے چل کر خدا تعالیٰ کی دو مزید صفات کا ذکر آتا ہے الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یعنی وہ رب رحمٰن بھی ہے اور صفت رحیمیت سے بھی پر ہے۔

اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر دوڑائیں تو ہمیں آپکی زندگی کا ایک ایک لمحہ صفت رحمانیت اور رحیمیت سے پر نظر آتا ہے۔ آپکے پاکیزہ بچپن سے لے کر وفات تک آپ ہر ہر قدم پر تمام لوگوں الغرض جانوروں کے لئے بھی رحمانیت کا مجسم پیکر بنے رہے۔

خدمتِ انسانی کہ جذبہ سے سرشار آپ نے ہر خاص و عام، دوست و دشمن سب کی ہمیشہ مدد فرمائی، یہ جزبہ رحمانیت ہی تھا جس نے آپ ﷺ کو اس عورت کی عیادت اور مدد سے بھی نہ روک سکا جو بلاناغہ آپ ﷺ پر کوڑا اپھینکا کرتی تھی۔ یہ رحمانیت ہی تو تھی جس کے پیش نظر آپ ﷺ نے اپنے پیاروں کو بے دردی سے قتل کرنے والوں کو بھی معاف فرمادیا۔ اور رحمانیت کی اعلیٰ ترین مثال اس وقت قائم فرمائی جب کہ طائف کے اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور جبریلؑ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کہ آپ ﷺ حکم دیں تو ان سنگدلوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں مگر اس رحم اور عفو کہ پیکر نے یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ میں انکی آنے والی نسلوں میں ایمان کی روشنی دیکھتا ہوں۔ اللہ اللہ !!!! اپنے محبوب کی صفات میں ایسے رنگے کہ پھر اپنی تکلیف کی کچھ پرواہی نہ رہی۔

نام محمد کام مکرم ﷺ

اسکے بعد خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا ذکر آتا ہے۔ یہ صفت بھی ہمارے آقا محمد ﷺ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جو آپکی صحبت مبارک میں رہا ہو اور اس نے آپ ﷺ کے رحم سے حصہ نہ پایا ہو۔ رحم کی انتہاء تو آپ ﷺ کے طبقہ نسواں پر احسانات کی صورت میں نظر آتی ہے۔ وہ عورت جو کہ انسان کیا جانور سے بھی بدتر گمان کی جاتی تھی۔ اور ناموس تو اسکو کیا ملتی ترکہ میں بھیڑ بکری کی مانند بانٹی جاتی تھی۔ اسی عورت کے قدموں میں آپ ﷺ نے جنت کو رکھ دیا اور اسکو جائیداد، تعلیم، معاشرتی الغرض ہر قسم کے حقوق عطا کر دئے۔ جس کا تصور بھی اس زمانہ میں بلکہ آپ ﷺ کے بعد صدیوں تک دنیا نہیں کرسکتی تھی۔ عورت کو جو عزت وتکریم آپ ﷺ کے رحم نے بخشی وہ رہتی دنیا تک آپ ﷺ کا اس طبقہ پر ایسا احسان رہے گا جس کی شکرگزاری مشکل ہے۔

وہ رحمت عالم (ﷺ) آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

حضرت مسیح مہدی موعودؑ آپ ﷺ کے عالی مرتبہ اور اعلیٰ ترین صفات کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات کے عاشقِ زار اور دیوانہ ہوئے اور پھر وہ پایا جو دنیا میں کبھی کسی کو نہیں ملا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب پر عاشق ہو گیا (ہے)‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 273 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک اور جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے (یعنی وحی الٰہی کی اعلیٰ درجہ کی تجلّی کی جو کیفیت ہے وہ ایک ہی انسان کو ملی ہے) جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ استعدادت بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے (جتنی بھی انسانی طاقتیں تھیں، استعدادیں تھیں وہ کمال کو پہنچی ہیں) اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بھی انسانی پیدائش کی ہے اس کی جو انتہا ہے اگر لکیر کھینچی جائے تو اس کا آخری سرا ہے) جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔ (جو انتہائی اونچے مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ فرمایا کہ) حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلی درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ یعنی کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کے رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا فرمایا کہ ’’یہ وہ مقام عالی ہے کہ مَیں (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) اور مسیح (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے‘‘

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 64)

پس آپ ﷺ نے صفات الٰہیہ سے جو اعلیٰ درجہ کا حصہ پایا اسکا احاطہ کرنا گو الفاظ کی قید سے آگے ہے۔ مگر یہ کہنا ہرگز غلط نہیں ہوگا کہ:

اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

’’ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا‘‘

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 363)

خدا تعالیٰ ہم سب کو محبت الٰہی میں ایسا اعلیٰ درجہ کا کر دے کہ ہم بھی اپنی زندگیوں میں الٰہی صفات کو اپنانے والے بن جائیں اور اپنے آقا و متاع کہ نقش پا پر چلتے ہوئے۔ ایسے صاف اور پاک بن جائیں کہ جیسا کہ اس پیارے کی محبت کا حق ہے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

ابو نائل

مستریوں کے فتنہ کی تاریخ

اور اس سے حاصل ہونے والے سبق

ابتدائے انسانیت سے لے کر اب تک کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ خدائی جماعتوں کو بہت سے ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے۔معاشرے کے مختلف گروہ آپس کے اختلاف بھلا کر اس جماعت پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ان بیرونی حملہ آوروں کے علاوہ بہت سے اندرونی فتنے کھڑے ہو کر الٰہی جماعت کو نابود کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور یہ تمام حملے اور فتنے اصلاح کے نام پر برپا کئے جا رہے ہوتے ہیں۔اور یہ سب اس آیت کریمہ کے مطابق یہ دعویٰ پیش کر رہے ہوتے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ

(البقرہ:12)

ترجمہ: اور جب انہیں کہا جاتا ہے زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں۔

فتنوں کی تاریخ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے

باقی تمام الٰہی جماعتوں کی طرح اپنی سو سال سے زائد تاریخ میں جماعت احمدیہ کو بھی بار بار بیرونی حملوں اور اندرونی فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔اس مضمون میں آج سے نوے سال قبل برپا ہونے والے ایک اندرونی فتنہ کا تاریخی جائزہ لیا جائے گا۔کس طرح یہ فتنہ شروع کیا گیا اور کس طرح دشمنوں کی مدد سے اسے پروان چڑھایا گیا؟ اور کس طرح خلیفہ وقت کی قیادت میں جماعت نے اس کا مقابلہ کیا؟ اور کس طرح جماعت احمدیہ کے مخالفین نے ان فتنہ پردازوں کو استعمال کر کے ایک طرف کر دیا۔یہ واقعات جماعت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ آخر تقریباً نوے سال قبل ختم ہوجانے والے فتنہ کے تجزیہ کا کیا فائدہ ہے؟

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رہنی ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کا کوئی بھی فتنہ نہ تو تاریخ کا پہلا فتنہ تھا اور نہ آخری۔یہ سلسلہ تو تاریخ میں ہمیشہ سے جاری ہے۔اور اکثر فتنے بہت سے پہلوؤں سے ایک دوسرے سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔یہ مطالعہ کہ یہ فتنے کس طرح شروع کروائے گئے، کس کس نے کس طرح اس آگ کو بھڑکانے کی کوششیں کیں اور ان کا انجام کیا ہوا؟ ہمیں مستقبل میں اس قسم کے واقعات سے نمٹنے کے لیے تیار کرتا ہے۔

فتنہ پردازوں کا پس منظر

اس فتنہ کے بانی کا نام مستری فضل کریم تھا۔یہ شخص اور اس کا بیٹا عبد الکریم اس فتنہ کو شروع کرنے کا باعث بنے۔اور جماعت احمدیہ کے دشمنوں نے کچھ سال دل کھول کر ان کی مالی اور عملی مدد کی اور ہا ہا کار مچا کر ان لوگوں کو توجہ کا مرکز بنایا گیا اور پھر جیسا کہ ایسی صورت حال میں ہوتا ہے جماعت احمدیہ کے مخالف گروہ نے اس فتنہ کے بانیوں کو استعمال کر کے ان کو چھوڑ دیا اور اس سازش نے ایک بیرونی حملہ کا رنگ اختیار کر لیا۔

اس فتنہ کا بانی فضل کریم ایک لوہار تھا۔اس شخص کی بیوی فوت ہو چکی تھی اور تین چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔یہ شخص نہایت خستہ حالی میں نقل مکانی کر کے جالندھر سے قادیان آیا۔اور کچھ مہینے اس کی رہائش بھی جماعت کے مہمان خانہ میں رہی۔اور پھر ایک دوکان کرایہ پر لے کر مٹی کے تیل کے کنستروں اور تالوں کی مرمت کا کام شروع کر دیا۔اور اس کے تین بچے جماعت کے تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے لگے اور بڑے بیٹے نے مولوی فاضل بھی کر لیا۔اس دور میں مولوی فاضل ہونا ایک حیثیت رکھتا تھا۔

شروع میں کرایہ کے گھر میں قیام تھا، پھر اسے اپنے مکان کی تعمیر کے لیے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین مفت میں دی۔اس کے کاروبار نے ترقی کی اور اس شخص نے سیویاں بنانے کی مشین بنا کر اس کی فروخت شروع کی اور اور ایک چکی خرید کر اس کا کاروبار شروع کیا۔کاروبار کی مزید ترقی کے لئے اسے قرضہ اور مالی مدد کی ضرورت پڑی اور یہی قرضہ اس کے لئے آزمائش اور فتنہ کا باعث بن گیا۔شاید بعض پڑھنے والے گمان کریں کہ ایک مستری اتنی بڑی جماعت میں کس طرح فتنہ برپا کر سکتا ہے؟

ٹھوکر کھانے کا عمل کس طرح شروع ہوتا ہے

فتنوں کا مطالعہ یہی سکھاتا ہے۔ فتنہ برپا کرنے والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اہم پوزیشن یا منصب رکھتے ہوں یا بہت بڑے عالم ہوں۔ایک معمولی ترین شخص سے لے کر کوئی بظاہر نمایاں شخصیت بھی شامت اعمال کے باعث مخالفین جماعت کے ہاتھ میں آلہ کار بن کر فتنہ شروع کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔اسی لیے دو تین دہائیوں کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے بیٹے مولوی عبد المنان عمر صاحب کے فتنہ کے موقع پر حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو 3 اگست 1956ء کے الفضل میں شائع ہوا تھا۔اس مضمون میں آپ نے یہی نصیحت فرمائی تھی کہ کسی فتنہ کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔گو کہ اس میں شامل منافقین کی تعداد کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے لیکن باہر سے ان کی مدد کرنے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

ان حالات پر نظر ڈالنے سے یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ بسا اوقات فتنہ شروع کرنے کا باعث ایسا شخص بن رہا ہوتا ہے جس پر ہر طرح کے احسانات کیے گئے ہوں۔یہ شخص فضل کریم کسمپرسی کی حالت میں قادیان آیا اور پھر مہمان خانہ میں قیام سے لے کر مکان کے لئے مفت زمین دینے تک ہر طرح کے احسانات اس پر کیے گئے۔اور جماعت کی برکت سے یہ شخص خاطر خواہ کاروبار کا مالک بن گیا۔پھر اس شخص نے تمام احسانات فراموش کر کے یہ فتنہ شروع کر دیا۔ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ کئی اشخاص کسی کا احسان اُٹھانے کے بعد شکر گذار ہونے کی بجائے مزید مراعات اور توجہ تقاضہ کرتے ہیں اور یہ عمل بڑھتا جاتا ہے۔اور جب ان کا کوئی مطالبہ پورا نہ ہو تو یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں ان کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اور محسن کشی کے مرض کے علاوہ ایسے لوگ ہمیشہ خود بھی افسردگی اور پریشانی کا شکار رہتے ہیں اور دوسرے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں۔

اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ بظاہر مستری فضل کریم اور عبد الکریم کا ٹھوکر کھانے کا عمل کس طرح شروع ہوا؟ فتنوں کی تاریخ کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ فتنہ کھڑا کرنے والے بالعموم کسی نظریاتی بات پر ٹھوکر نہیں کھاتے بلکہ یہ عمل بہت معمولی ذاتی باتوں پر رنجش سے شروع ہوتا ہے۔مستری فضل کریم نے اپنی کاروبار کی وسعت کے لئے ایک سٹور سے قرض لیا اور یہ قرض واپس ادا نہیں کیا۔دفتر امور عامہ میں فریقین کا تصفیہ کیا گیا اور فریقین کی رضامندی اور دستخطوں سے فیصلہ کیا گیا لیکن اس نے پھر بھی ماہوار اقساط ادا نہیں کیں۔اور بد زبانی کے خطوط لکھنے شروع کر دیے اور سلسلہ کے ہر کارکن پر الزام لگانا شروع کر دیا۔اپیل پر قابل ادا رقم میں تخفیف بھی کی گئی لیکن پھر بھی ادائیگی نہیں کی۔تب معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اور حضور کی طرف سے بھی یہ ارشاد موصول ہوا کہ وہ قرض کی رقم واپس ادا کریں۔اسی دوران ایک اور فریق کی واجب الادا رقم نہ دینے کا مقدمہ بھی شروع ہو گیا۔اور باوجود قضاء اور حضور اقدس کے احکامات کی تعمیل نہ کرنے کے اس کا بیٹا حضور اقدس کی خدمت میں یہ خط لکھتا رہا کہ ہم نے تو اپنی جانیں بیچی ہیں۔یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضور کے حکم کی تعمیل نہ کریں۔اگر حضور کا وجود نہ ہوتا تو نا معلوم یہ لوگ ہم غریبوں سے کیا معاملہ کرتے۔اسی دوران انہوں نے ایک فریق کو گلے سے پکڑ کر گالیوں کا نشانہ بھی بنایا۔اور کافی لیت ولعل کے بعد اس فریق سے معافی مانگی۔لیکن واجب الادا رقم ادا نہیں کی۔

فتنہ سر اٹھاتا ہے

اس کے بعد مستری فضل کریم نے حضور کی خدمت میں خط لکھ کر ایک بیوہ سے شادی کا پیغام دیا جو کہ ان کے داماد کی رشتہ دار تھی۔وہ خاتون اس رشتہ پر راضی نہ ہوئی۔اس لئے یہ رشتہ نہ ہوا۔خاتون کی مرضی کے بغیر کوئی رشتہ کس طرح ہو سکتا ہے۔اور ان کے داماد بھی اس رشتہ کے بھجوانے پر ناراض ہوئے اور 1926ء میں ان کا نکاح ثانی اسی خاتون سے ہو گیا۔اب اس ذاتی معاملہ میں نظام جماعت کو یا جماعت کے امام کو کس طرح الزام دیا جا سکتا تھا؟ لیکن اس گروہ نے اس کا قصور وار بھی نظام جماعت کو قرار دیا۔

(تحفہ مستریان یعنی فتنہ مستریان کی حقیقت مصنفہ میر قاسم علی دسمبر 1928ء صفحہ 45-46)

خواہ سرسری نظر پر یہ امور معمولی نظر آئیں۔خواہ یہ حقائق پڑھ کر ہنسی آئے کہ ان معمولی اور ذاتی باتوں سے بڑھ کر ایک فتنہ شروع ہوا۔اور اس وقت ملک کے مشہور اخبارات اور اہم مخالفین جماعت بھی اس آگ میں کود پڑے لیکن تاریخ یہی سبق سکھاتی ہے۔خواہ اولین کا دور ہو یا آخرین کا دور ہو۔اکثر فتنے نہایت معمولی ذاتی اختلافات سے شروع ہوئے۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ

(البقرہ:11)

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے۔پس اللہ نے بیماری میں ان کو بڑھا دیا۔اور ان کے لئے بہت دردناک عذاب (مقدر) ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

تاریخ میں اکثر فتنے اس طرح شروع کیے گئے کہ پہلے پہل خلیفہ وقت سے بہت اظہار عقیدت بھی کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ ہمارا اختلاف تو صرف فلاں فلاں عہدیدار سے ہے ورنہ ہم تو ہر طرح خلافت کے وفادار ہیں اور دلوں کی گہرائی سے جماعت احمدیہ کے عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔اور آخر کار خلیفہ وقت کی ذات پر اور جماعت کے عقائد پر گھٹیا ترین حملے شروع کر دیے گئے اور پھر یہ اظہار شروع کیا کہ ہمارا اختلاف تو صرف خلیفہ

وقت سے ہے ورنہ ہم اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم ہیں۔اور آخر کار بنیادی عقائد سے بھی انکار کر کے کھلم کھلا دشمنوں کے ساتھ مل کر جماعت کی مخالفت شروع کر دی۔اور قرائن یہی ظاہر کرتے رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ظاہر ہونے سے بہت قبل ہی ان گروہوں کے جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالفین سے روابط قائم ہو چکے ہوتے تھے۔

مستریوں کے فتنہ کے زہریلے وار

یہی تاریخ اس فتنہ کے وقت دہرائی گئی۔اور ہر فتنہ میں ایک ایسا مرحلہ آتا ہے جب اندر کا بغض پردے پھاڑ کر باہر آنا شروع ہوتا ہے اور بیرونی مخالفین سے خفیہ روابط خفیہ نہیں رہتے بلکہ کھل کر سامنے آجاتے ہیں اور ہر قسم کی شرم کو بالائے طاق رکھ کر کھلم کھلا حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر پستی کی طرف سفر تیز سے تیز تر ہوتا جاتا ہے۔مستریوں کے فتنہ میں یہ مرحلہ تقریباً ستمبر 1927ء میں آیا جب انہوں نے قادیان میں اعلانیہ طور پر نہ صرف جماعت کے عہدیداروں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کو نہایت گرے ہوئے انداز میں حملوں کا نشانہ بنانا شروع کیا۔یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس گروہ کو ٹھوکر لگنے کا آغاز 1920ء میں ہوا تھا اور مالی معاملات میں قضا کے فیصلوں پر اعتراض کرنے سے شروع ہوا تھا اور فتنہ کا مکمل اظہار 7 سال بعد شروع ہوا۔اس دوران نفاق کا لاوا پکتا رہا اور بالآخر پھوٹ پڑا۔

اور یہ سلسلہ زبانی پروپیگنڈا تک محدود نہیں رہا بلکہ چند ماہ بعد ہی ان کی طرف سے چار اشتہارات شائع کئے گئے۔ان اشتہارات کے عنوان تھے (1) قادیان کے فتنہ کی حقیقت (2) فتنہ قادیان کی اصل حقیقت (3) کھلی چٹھی بخدمت خلیفہ قادیان (4) انکشاف حقیقت۔ان چیتھڑوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی مقدس ذات پر ہر قسم کے گندے اور گھناؤنے الزامات لگائے گئے۔اس قسم کے غلیظ گند کو دہرانا مناسب نہیں ہے۔نہ صرف احمدی بلکہ دنیا کا کوئی بھی شریف شخص ان کو پڑھنا پسند نہیں کرے گا۔دنیا کے کسی عام شخص پر بھی کوئی الزام لگایا جائے تو اس کا ثبوت دینا اس شخص کا کام ہوتا ہے جو الزام لگا رہا ہو۔دنیا کا مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص کو معصوم سمجھا جاتا ہے جب تک کہ اس پر کوئی الزام ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن فتنہ پروروں کی دنیا الٹی ہوتی ہے۔دنیا کے ہر فتنہ پرور کی یہی عادت ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اس بات کا اختیار ہے کہ میں جب چاہے کسی مقدس ترین اور معزز ترین ہستی پر جب جی چاہے بے بنیاد الزام لگادوں اور میں اس قاعدہ سے 'مستثنیٰ' ہوں کہ کوئی ثبوت مہیا کروں بلکہ یہ میرا حق ہے کہ دوسروں سے اپنی پسند کے اوٹ پٹانگ مطالبات منوانے پر اصرار کروں۔بجائے اس کے کہ یہ فتنہ پرور اپنی گندہ ذہنی پر کوئی شرمندگی محسوس کرتے، انہوں نے ایک بے سروپا مطالبہ پیش کر دیا۔اپنے ایک اشتہار میں انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے لکھا

1. ''آخری اور کھلی راہ مباہلہ ہے۔جو آپ کو اختیار کرنی چاہیے۔اور آپ تمام لوگوں سے جو الزامات پر یقین کامل رکھتے ہیں مباہلہ کریں۔تا کہ ایسے تمام لوگ جو آپ کے نزدیک بیجا الزامات لگاتے ہیں نیست و نابود ہو جائیں۔
2. اگر اس کا جواب نہ دیا جائے گا۔تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ تمام اعتراضات بالکل سچے ہیں۔اور آپ قاصر ہیں کہ ان کا جواب دے سکیں۔''

(انکشاف حقیقت صفحہ 4-5)

قادیان سے رسالہ کا اجراء

اس وقت ایک طویل بحث شروع ہو گئی کہ کب مباہلہ ہو سکتا ہے اور کب مباہلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔یہ اپنی ذات میں ایک علیحدہ بحث ہے، اس مضمون میں اس کی تفصیلات درج نہیں کی جائیں گی۔لیکن اگر کسی عام شخص پر بھی کوئی عام الزام یا اخلاقی الزام لگایا جائے تو الزام لگانے کا فرض ہے کہ وہ اس کا کوئی معقول ثبوت لے کر آئے۔جب تک کوئی معقول ثبوت سامنے نہ لایا جائے، جس پر الزام لگایا گیا اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ الزام لگانے والے کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرے۔کجا یہ کہ اس قسم کے بے بنیاد الزامات لگا کر یہ فرمائش کی جائے کہ اب تم پر فرض ہے کہ مباہلہ کرو ورنہ ہم تمہیں مجرم سمجھیں گے۔دنیا میں کہیں بھی اسے معقول رویہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔بہرحال فتنہ پروروں کو اپنی اس نام نہاد چال پر اتنا گھمنڈ تھا کہ جب انہوں نے قادیان سے ایک چیتھڑا شائع کرنا شروع کیا تو اس کا نام ''مباہلہ'' رکھا۔

اس رسالہ کا پہلا شمارہ یکم دسمبر 1928ء میں قادیان سے شائع ہوا۔اس کے سرورق پر یہ درج تھا کہ یہ رسالہ مجلس داعیان مباہلہ کی پیداوار ہے۔اور اس کو نکالنے والا کا نام عبدالکریم تھا جو کہ فضل کریم کا بیٹا تھا۔اس پہلے شمارے سے ہی ظاہر تھا کہ یہ رسالہ جماعت احمدیہ میں پھوٹ ڈالنے کے لئے شروع کیا گیا ہے۔یہ اعلان شائع کیا گیا کہ یہ رسالہ احمدیوں میں مفت بھی تقسیم کیا جائے گا۔اور یہ اعلان شائع کیا گیا کہ جو احمدی جماعت کے موجودہ نظام سے بیزار ہوں لیکن اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اس کا اعلان نہیں کر سکتے وہ خاص طور پر اس رسالہ کی مدد کریں۔

اس رسالے میں مقدس ترین شخصیات، ان کی بیویوں اور بچوں کے علاوہ جماعت احمدیہ کی نمایاں شخصیات پر ہر طرح کا کیچڑ اچھالا گیا۔خواہ مالی الزامات ہوں، خواہ جبر و استبداد کے الزات ہوں، خواہ اخلاقی الزامات ہوں۔ہر قسم کے الزامات سے اس رسالے کے صفحات سیاہ کئے گئے۔نہ صرف یہ کہ اس قسم کی تحریریں شائع کی گئیں بلکہ ایسی کہانیاں گھڑ کر جن میں جماعت احمدیہ کے بزرگوں کا فحش انداز میں مذاق اڑایا گیا تھا، اس رسالے میں شائع کیا گیا۔قادیان کے ماحول پر کیچڑ اچھالا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ ہم اس مقدس بستی کے نہاں در نہاں حالات بے نقاب کریں گے۔ہر قسم کے الزام لگانے اور فحش کلامی کے باوجود جماعت احمدیہ یہ لوگ اس بات پر واویلا بھی کر رہے تھے کہ جماعت احمدیہ کی تحریروں میں سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔جماعتی خبریں اور قادیان کی خبریں مزاحیہ انداز میں شائع کی جاتی تھیں۔ان کا مقصد جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں اور کاوشوں کا مذاق اڑانا تھا۔

بے سروپا پروپیگنڈا

فتنہ پروروں کا ایک خاص طریق یہ ہوتا ہے کہ ان کا اپنا نظریہ کوئی نہیں ہوتا۔وہ صرف الٰہی جماعت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں۔اس غرض کے لئے وہ مختلف قسم کے لوگوں کو خوش کرنے اور ان کے جذبات ابھارنے کی کوششیں کرتے ہیں اور آخر میں ان کی تحریریں اور بیانات مجموعہ تضادات نظر آتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ

(ابراہیم: 27)

ترجمہ: اور ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے۔جو زمین پر سے اکھاڑ دیا گیا ہو۔اس کے لئے (کسی ایک مقام پر) قرار مقدر نہ ہو۔

ان لوگوں نے پروپیگنڈا کا یہ طریقہ اپنایا گیا کہ ایسے لمبے لمبے خطوط شائع کئے گئے جو کہ گمنام تھے۔یعنی ان کے ساتھ نام نہیں شائع کئے جا رہے تھے۔اور یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ خدانخواستہ ان احمدیوں کے خطوط ہیں جو کہ ان منافقین کے ہم خیال ہیں لیکن دباؤ کی وجہ سے سامنے نہیں آرہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان سب کا انداز تحریر ایک جیسا ہوتا تھا۔ان نام نہاد خطوط میں مختلف طریقوں سے مختلف ذہن کے لوگوں کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی جاتی تھی۔مثال کے طور پر یکم فروری 1929ء کے شمارے میں اس رسالے میں ایک گمنام خط شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''قادیان کی دفتری حکومت۔جماعت قادیان اور اسلامی اخوت اور مساوات'' اور مصنف کی جگہ صرف یہ لکھا تھا ''ایک احمدی سوشلسٹ مجاہد نمبر 25 کی قلم سے''۔اس میں تمسخر کے انداز میں یہ پروپیگنڈا کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ جماعت میں اخوت اور مساوات بالکل نہیں ہے۔ اور غرباء پر ظلم ہو رہا ہے۔کبھی ایک اور فرضی خط لکھا جاتا کہ قادیان میں نوجوانوں کی حالت نہایت خراب ہو چکی ہے، انہیں کسی قسم کی آزادی رائے حاصل نہیں ہے۔اس طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ خدانخواستہ جماعت کا ایک بڑا حصہ اب جماعت سے بغاوت کرنے کو تیار ہے۔

پھر اس کے برعکس اس بات پر بہت واویلا کیا جاتا تھا کہ احمدی تو خلیفہ وقت کی ہر بات تسلیم کر لیتے ہیں اور ان پر ہماری باتوں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔جیسا کہ رسالہ مباہلہ کے دوسرے شمارے میں، جو کہ یکم جنوری 1929ء کو شائع ہوا، جو اداریہ شائع کیا گیا، وہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

''خلیفہ قادیان کے اکثر مریدین کی عقیدت اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ ان کے لئے کوئی روشن سے روشن دلیل بھی اثر نہیں کر سکتی۔خلافت مآب اگر یہ اعلان کر دیں کہ سچا اعتراضات کرنے والا بھی ہلاک ہوتا ہے تو اس کلیہ کو بھی بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے گا۔اگر جناب حضرت عمر پر آزادی سے سوال کر لینے والوں کو آج 1300 سال بعد منافق کا خطاب دے دیں تو بلا چوں و چرا آمنا و صدقنا کی صدا بلند کر دی جائے گی۔''

کبھی یہ پراپگنڈا کیا جاتا تھا کہ قادیان میں خواتین پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔اور اگر قادیان میں عورتوں کے لئے لائبریری قائم کی جاتی تو یہ مسخرا پن کیا جاتا تھا کہ کیا اس میں فحش ناول رکھے جائیں گے۔کبھی یہ ماتم کیا جاتا کہ جماعت احمدیہ نے قادیان میں اپنی متوازی حکومت قائم کی ہوئی ہے اور وہاں پر برطانوی حکومت کا تسلط نہیں ہے۔اور کچھ ہفتوں بعد یہ رونا رویا جاتا کہ جماعت اس طبقہ کے خلاف ہے جو کہ برطانوی تسلط سے آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے۔اور پھر یہ اعلان کرتے کہ جماعت احمدیہ تو برطانوی حکومت کے لئے خطرہ ہے۔

ایک طرف اس بات پر اعتراض تھا کہ قادیان میں خلیفہ قادیان کی حکومت ہے اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی وہاں پر بھی نہیں مار سکتا۔کسی قسم کی مذہبی آزادی نہیں ہے۔اور کچھ عرصہ بعد اس بات پر تمسخر کیا جا رہا تھا کہ قادیان میں مقیم اچھوت کہلانے والے لوگوں میں سے کچھ کو پادریوں نے مسیحی بنا لیا ہے۔قادیانی امریکہ اور برطانیہ جا کر مسیحی افراد کو قادیانی بنا رہے ہیں، پہلے اپنے قصبہ کی تو خبر لیں۔ایک طرف تو اس بات پر اعتراض تھا کہ احمدی باقی مسلمانوں سے علیحدہ رہتے ہیں اور ان کے ساتھ کسی

سرگرمی میں شامل نہیں ہوتے۔ دوسری طرف جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپیل کی تمام فرقوں کے مسلمان سیرت رسول صلی اللہ علیہ و سلم پر جلسے کریں جس میں مسلمان اور غیر مسلم سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکچر دیں تو اس پر شور مچانا شروع کر دیا کہ اصل میں یہ تحریک تو مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ مارنے کے لئے شروع کی گئی ہے۔ اور مسلمان ان لوگوں کے ساتھ کس طرح مل سکتے ہیں؟

مخالفین جماعت کی مدد

اس رسالہ کے پہلے شمارے سے ہی یہ واضح ہوگیا کہ یہ کارروائی جماعت احمدیہ کے اشد مخالفین کی مدد سے کی جا رہی ہے۔ یہ توسب جانتے ہیں کہ ظفر علی خان صاحب تمام عمر جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالف رہے تھے۔ اور ان کا اخبار ''زمیندار'' پوری گندہ دہنی کے ساتھ جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے وقف تھا۔ رسالہ ''مباہلہ'' کے پہلے شمارے میں ظفر علی خان صاحب اور زمیندار کے ایڈیٹر قاضی احسان اللہ صاحب کے تعاون پر خاص طور پر شکریہ ادا کیا گیا تھا۔

کچھ عرصہ بعد بڑے فخر سے یہ اعلانات کئے جا رہے تھے کہ ہم نے مباہلہ کے چیلنج سے احمدیوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا ہے کہ اب احمدی کبھی مباہلہ کا نام تک نہیں لیں گے جس طرح مباہلہ کی جولائی 1929ء کی اشاعت میں یہ تعلّی کی گئی۔

''بفضلہ تعالیٰ آئندہ یہ لوگ کسی مسلمان کو مباہلہ کی دعوت نہ دیں گے بلکہ اگر ان لوگوں نے علیحدہ کوئی ڈکشنری بنائی تو مباہلہ کا لفظ تک اس میں درج کرسکنے کی جرائت نہ کرسکیں گے۔ مبادا کسی کو اس لفظ سے گذشتہ تمام واقعات یاد نہ آجائیں۔''

یہ تو وہ زہر تھا جو کہ پھیلایا جا رہا تھا اور اب یہ فتنہ صرف چند فتنہ پردازوں تک محدود نہیں تھا بلکہ ہندوستان کے چوٹی اخبار اور جماعت کے نمایاں ترین مخالفین بھی کھلم کھلا ان دریدہ دہنوں کی پشت پناہی کر رہے تھے۔

علماء سلسلہ کی خدمات

اس زہر کے تدارک کے لئے سلسلہ احمدیہ کی بعض نمایاں شخصیات کی موثر تحریریں سامنے آنے لگیں۔ حضرت مولانا ابو العطاء نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر ان کے مقابلہ کے لئے ٹریکٹ نکالنے شروع کئے۔ ان کا نام ''جواب مباہلہ'' تھا۔ اس سلسلہ میں جو ٹریکٹ 30 جون 1929ء کو شائع ہوا، اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اہم خط شائع ہوا۔ اس میں حضور نے اس بات کے جواب میں کہ مباہلہ کا چیلنج کیوں قبول نہیں کیا جاتا یہ تحریر فرمایا:

''مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر مولوی محمد علی صاحب یا ان کے ساتھی جو مباہلہ کی اشاعت میں خاص حصہ لے رہے ہیں۔ مجھ سے متفق نہیں بلکہ ایسے امور میں مباہلہ کے مطالبہ کو جائز سمجھتے ہیں اور انکا یقین ہے کہ جو شخص ایسے مطالبہ کو منظور نہیں کرتا وہ گویا اپنے جرم کا ثبوت دیتا ہے تو انکو چاہیے کہ اس امر پر مجھ سے مباہلہ کرلیں۔ پھر اللہ تعالیٰ حق و باطل میں خود فرق کردے گا۔''

حضور کا ایک تفصیلی خط ایک شخص کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا۔ یہ خط اس ٹریکٹ میں شائع ہوا۔ اس کے چند اقتباسات پیش ہیں۔ حضور نے تحریر فرمایا

''عقل بھی اسکو تسلیم نہیں کرسکتی کہ الزام لگانے والے کے مقابلہ میں انسان (بہرصورت) مباہلہ کرے۔ کیا کوئی بھی شریف آدمی جسے ذرا بھی اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہو وہ یہ پسند کرے گا کہ ایسے امور میں مباہلہ کرے۔ اس طرح کئی شریر النفس لوگ روز اُٹھ کر لوگوں پر الزام لگا دینگے۔ اور جب انہیں ملامت کی جائے تو کہہ دینگے کہ ملامت اور غصہ کی بات نہیں مباہلہ کر لو۔ اگر ایک شریف انسان سے ایک بد معاش جا کر یہ کہہ دے کہ اس کی بیوی سے اس نے زنا کیا ہے۔ تو وہ آدمی اس پر ناراض ہو گا یا اپنی بیوی سے جا کر کہے گا کہ اس نیک بخت سے کھڑی ہو کرمباہلہ کر۔''

فحش تحریروں پر حکومت کی کارروائی

جب اس رسالہ کی بد زبانی کو حد سے بڑھے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا اور اب صاف نظر آتا تھا کہ اس سے امن کو خطرہ ہے تو ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے دفعہ 144 کے تحت اس رسالہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر گندے اور بے بنیاد الزامات لگانے سے روک دیا۔ اس پر ملک کے بہت سے مسلمان اور ہندو اخبارات اس فتنہ پرور گروہ کی مدد کے لئے میدان میں اتر آئے۔ اخبارات میں سے زمیندار، اہلحدیث، مہاجر، پرتاپ، ملاپ، پرکاش، پارس اورشعلہ نے اس بات پر احتجاج کیا کہ اس رسالہ پر یہ پابندی کیوں لگائی جا رہی ہے۔

مخالفین جماعت کو قادیان بلایا جاتا ہے

1930ء کے آغاز میں یہ واضح ہو رہا تھا کہ یہ فتنہ ایک تمہید تھا جس کے ذریعہ قادیان کے اندر جماعت احمدیہ کے مخالفین کی کارروائیوں کو شروع کرایا جائے گا۔ چنانچہ مباہلہ کے فروری 1930ء کے شمارے میں یہ اعلان شائع کیا جا رہا تھا کہ قادیان میں ''مباہلہ کانفرنس'' منعقد کی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ایسے مضامین شائع کئے جا رہے تھے جن میں یہ بے بنیاد پروپیگنڈا کرنا مقصود تھا کہ نعوذ باللہ احمدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف اکسایا جائے۔ اور اب اس فتنہ میں شامل عبدالکریم اور جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالفین مل کر قادیان سے باہر بھی جلسے کر رہے تھے تا کہ مسلمانوں کو جماعت کے خلاف اکسایا جائے۔ چنانچہ مارچ 1930ء کے شمارے میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ملتان میں عبد الکریم نے عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کی صدارت میں قادیانیت کے خلاف دو گھنٹہ تقریر کی اور اس کے بعد عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے اس تقریر کا ریویو کیا۔

مجلس احرار کا قیام

انہیں دنوں میں دسمبر 1929ء میں اس پنڈال میں جس میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا جلسہ ہو رہا تھا مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی اور عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو اس کا پہلا صدر بنایا گیا تھا۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اس کے بعد 1950ء کی دہائی تک مجلس احرار جماعت کے خلاف پرتشدد مہم چلانے اور گندہ دہنی سے کام لینے میں سب سے آگے تھی۔ اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس گروہ نے سب سے پہلے مستری فتنہ کے کرتا دھرتا افراد کے ساتھ مل کر احمدیوں کے خلاف جلسے کرنا شروع کئے تھے۔ اور احرار کے قائدین میں صرف عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب ہی نہیں بلکہ دوسری نمایاں شخصیات کی طرف سے بھی مستری فتنہ کی پشت پناہی کی گئی۔ ان میں مولوی ظفر علی خان صاحب، حبیب الرحمن دہلوی اور مولوی احمد علی لاہور کا نام قابل ذکر ہے۔ یہ لوگ مجلس احرار کے بانیوں میں شامل تھے۔

(حیات امیر شریعت مصنفہ جانباز مرزا۔ ثنائی پریس لاہور نومبر 1969ء صفحہ 151-155)

اب یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ مئی 1930ء میں ہندوستان بھر سے جماعت احمدیہ کے مخالفین اکٹھے ہو کر جلسہ کریں گے۔

(مباہلہ جنوری فروری 1930ء)

بعض پولیس افسران کی مدد

اب تک یہ واضح ہو چکا تھا کہ پولیس کے بعض مقامی افسران جان بوجھ کر فتنہ پردازوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اور افسران بالا کو بھی غلط رپورٹیں بھجوا رہے ہیں۔ اس پر حضور نے 4 اپریل 1930ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

''اگر یہ قیاس درست ہے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس پولیس کو افسروں نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ جرائم کی روک تھام کے علاوہ وہ احمدیوں کی حفاظت کرے اس کے بعض افسر نہایت مفسدانہ طریق پر احمدیوں کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ یہ بات کبھی چھپی نہیں رہے گی۔ ان افسروں کی ناجائز کارروائیاں آخر ظاہر ہو کر رہیں گی۔۔۔۔۔ پس ایسے افسروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ احمدی خوشامد ہرگز نہیں کریں گے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو میں اسے سخت سزا دوں گا کیونکہ وہ قوم کی ناک کاٹنے والا ہو گا۔''

(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 351-352)

معلوم ہوتا ہے کہ 1930ء کے آغاز میں ان فتنہ پردازوں کو اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو یہ احساس ہوگیا تھا کہ تمام تر شرمناک پراپیگنڈا کرنے کے بعد اور ملک کے نمایاں ترین اخباروں کی مدد حاصل کرنے کے باوجود ان کی توقعات پوری نہیں ہو رہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے اندر رخنہ پیدا کرنے کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں۔ سوائے گنتی کے چند منافقین کے کوئی بھی ان کے پروپیگنڈا سے متاثر نہیں ہوا۔ اس لیے انہوں نے ایک اور چال چلی تا کہ جماعت احمدیہ کو بیرونی حملہ کا نشانہ بنایا جائے۔ اپریل 1930 کے شروع میں مستریوں نے شور مچانا شروع کیا کہ احمدیوں نے ظلم کی انتہا کر دی اور ہمارے گھر کو آگ لگا دی گئی ہے اور ہمارا سامان جلا دیا گیا۔ جب پولیس ان کے گھر پہنچی اور تلاشی لی گئی تو علم ہوا گھر کا تمام سامان اور ان کے رسالے کے دفتر کا تمام سامان محفوظ تھا۔ اور صرف گھر کے ایک ایسے حصہ میں جہاں کوئی قابل ذکر سامان نہیں تھا ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے آگ لگائی گئی تھی۔ اور اس آگ لگنے کا علم بھی ان مستریوں کو ہی ہوا تھا۔ چنانچہ مستری فضل کریم اور اس کے بیٹوں کو وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔ اور بٹالہ سے گرفتاری عمل میں آئی ہے۔

(الفضل 11 اپریل 1930ء)

اس پر مستریوں نے یہ پروپگنڈا شروع کیا کہ ہمارے پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اور ہمارے مکان کو نذر آتش کیا گیا ہے لیکن پولیس پھر بھی ہماری داد رسی نہیں کر رہی۔

(مباہلہ اپریل 1930ء)

فتنہ بٹالہ کا رخ کرتا ہے

اب اس گروہ نے بٹالہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور احمدیوں کے خلاف اشتعال پھیلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ بٹالہ کے لوگ اکٹھے ہو کر قادیان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے انجمن شباب المسلمین بھی قائم کی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا کہ بٹالہ میں شرفاء بھی رہتے ہیں اور میں یہ گمان نہیں کرسکتا کہ سارا بٹالہ متحد ہو کر قادیان پر حملہ کر دے گا۔

(الفضل 16 اپریل 1930ء)

ان افواہوں کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح اتنی غلط فہمیاں پیدا ہوجائیں کہ کسی غلط فہمی کی چنگاری فسادات کو بھڑکانے کا باعث بن جائے۔

اب جب کہ یہ واضح ہو چکا تھا کہ اس قسم کے خبیثانہ الزامات لگا کر احمدیوں کو مشتعل کیا جا رہا ہے تا کہ کسی طرح امن وامان کا مسئلہ پید ہوکیونکہ

اگر کسی صوبے میں لاکھوں احمدی موجود ہیں اور دن رات اس طریق پر ان کو مسلسل مشتعل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس بات کا خدشہ موجود ہوتا ہے کہ کہیں پر حالات قابو سے باہر ہوں جائیں اور بات تصادم تک پہنچے۔ اس احتمال کے پیش نظر مختلف جماعتوں نے قرار دادیں منظور کر کے پنجاب کی حکومت سے اپیل کی کہ وہ اس گرے ہوئے انداز میں مسلسل کردار کشی کے سلسلہ کو بند کرے تا کہ کہیں پر امن و امان کے مسائل پیدا نہ ہوں۔

(الفضل 15/ اپریل 1930ء)

اشتعال انگیزیوں کا انجام

جلد ہی ایسا واقعہ ہوا جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ تمام خدشات بجا تھے۔ ایک نو احمدی قاضی محمد علی صاحب جو کہ نوشہرہ کلاں کے رہنے والے تھے اور چند سال پہلے ہی احمدی ہوئے تھے ایک بس میں سفر کر رہے تھے۔ اور اس بس میں وہ اکیلے احمدی تھے اور مستریوں اور ان کے ہمدردوں کا ایک گروہ بھی اس بس میں سفر کر رہا تھا۔ مستری فضل کریم نے مباہلہ کا پرچہ قاضی محمد علی صاحب کو دے کر بد زبانی شروع کی۔ قاضی محمد علی صاحب نے انہیں اس دل آزاری سے منع کیا لیکن مستریوں کا گروہ باز نہیں آیا اور ہاتھا پائی شروع ہوئی اور مستری فضل کریم نے چاقو نکالا، اس کے جواب میں قاضی محمد علی صاحب نے بھی چاقو نکالا اور لڑائی شروع ہوئی۔ قاضی صاحب کا بیان کہ میں ان کی مار پیٹ سے بیہوش ہو گیا اور جب مجھے ہوش آئی تو مستریوں میں سے ایک شخص محمد حسین زخمی حالت میں پڑا تھا۔ انہیں یہ بھی علم نہیں تھا کہ یہ شخص کس طرح اور کس کے وار سے زخمی ہوا تھا۔ یہ شخص ہسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر موت کا شکار ہو گیا۔ عدالت میں مقدمہ چلا۔ قاضی محمد علی صاحب عدالت میں تمام واقعات بلا کم و کاست بیان کئے۔ ان میں سے کئی واقعات کو قانونی طور پر ان کے لئے بیان کرنا ضروری بھی نہیں تھا اور وکیل انہیں بتایا بھی کہ یہ بیانات ان کے خلاف جائیں گے لیکن انہوں نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔ عدالت نے انہیں سزائے موت سنائی۔ اس سزا پر عمل درآمد کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

’’قانون دان انہیں مشورہ دیتے کہ ان کی جان بچ سکتی تھی اور الفاظ کے معمولی ہیر پھیر سے وہ پھانسی کی سزا سے بچ سکتے تھے مگر انہوں نے معمولی سا اختلاف بھی پسند نہیں کیا اور تختہ دار پر لٹک جانا گوارا کر لیا۔ بلکہ سچائی کی خاطر ان کے اندر اس قدر غلو تھا کہ انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کر دیں جن کا سچائی کے لئے بھی بیان کرنا ضروری نہیں تھا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 124)

جو شخص سچائی پر اتنی سختی سے قائم ہو کہ اپنی جان کی پرواہ بھی نہ کرے تو اس کے اس بیان پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ مجھے پتہ نہیں کہ قتل کس کے ہاتھ سے ہوا ہے کیونکہ اس وقت لڑائی ہو رہی تھی اور کئی لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا اور میں اپنا دفاع کر رہا تھا۔ مخالفین اور فتنہ پردازوں سر توڑ کوشش تھی کہ کسی طرح اس مقدمہ میں اور اس قسم کے دوسرے مقدمات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام لگا کر ان پر بھی مقدمہ قائم کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں انہیں مکمل ناکامی ہوئی۔ لیکن جب اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ تو وہ اس موضوع پر تفصیلی تحریریں شائع کر کے دل کی بھڑاس نکالتے رہے کہ یہ ایک منظم سازش تھی۔

(مباہلہ یکم نومبر 1930ء)

مباہلہ کا چیلنج اور جواب میں خاموشی

جب اس گروہ اور ان کی حمایت کرنے والے ناعاقبت اندیش مخالفین جماعت کے ناپاک الزامات کی انتہا ہو گئی۔ اور پورے ہندوستان میں مخالفین بھانڈوں کی طرح بغلیں بجا رہے تھے کہ ہم تو مباہلہ کا چیلنج دے رہے ہیں لیکن احمدی اس کو قبول نہیں کر رہے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بزرگان نے اس فتنہ کے قائدین اور ان کے حمایتی گروہ کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ اس کو ایک اشتہار کی صورت میں شائع بھی کیا گیا اور رجسٹری کر کے ان لوگوں کے نام بھجوایا گیا۔ ان کو اس بات پر مباہلہ کی طرف بلایا گیا کہ ہمارے نزدیک یہ تمام الزامات جھوٹ اور افتراء سے پر ہیں اگر آپ کے نزدیک یہ الزامات درست ہیں تو مسنون طریق پر مباہلہ کر لیں۔

یہ چیلنج 24 اپریل 1930ء کو شائع کیا گیا۔ جن بزرگان کی طرف سے یہ چیلنج شائع کیا گیا تھا، ان میں حضرت مولانا شیر علی، حضرت مولانا یعقوب علی عرفانی، حضرت مفتی محمد صادق، حضرت مولانا ذوالفقار علی خان، حضرت مولانا سرور شاہ صاحب، چوہدری فتح محمد سیال صاحب، حضرت سید عبد الستار صاحب، صاحبزادہ احمد ابو الحسن ابن حضرت صاحبزادہ عبد الطیف شہید، حضرت مولانا غلام رسول راجیکی، حضرت مولانا ابو العطاء صاحب بھی شامل تھے۔ اور خاص طور پر جن لوگوں کے نام مباہلہ کا چیلنج جاری کیا گیا ان کے نام بھی اس اشتہار میں درج تھے۔ اور یہ نام مولوی ظفر علی خان (روزنامہ زمیندار لاہور)، مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولوی احمد علی لاہور، مولوی بہاء الحق قاسمی، مولوی غلام محمد خطیب امرتسر، مستری عبد الکریم ایڈیٹر اخبار مباہلہ کے تھے۔ ان میں سے خاص طور پر پہلے چار نام ایسے لوگوں کے ہیں جو بعد میں بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔

ایک طرف تو تقریباً تین سال سے یہ شور مچایا جا رہا تھا کہ ہم مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں اور کوئی ہمارا چیلنج قبول نہیں کرتا۔ لیکن جب قادیان سے مباہلہ کے بارے میں یہ اعلان شائع ہوا تو ان تمام مخالفین کو سانپ سونگھ گیا۔ نہ ظفر علی خان صاحب آگے بڑھے کہ یہ چیلنج قبول کرتے نہ دوسرے مخالف علماء میں یہ ہمت پیدا ہوئی کہ وہ اس میدان میں اترتے اور نہ ہی اس رسالے کے ایڈیٹر نے یہ چیلنج قبول کیا۔ اس چیلنج کو قبول کرنا تو ایک طرف رہا انہوں نے تو ’’مباہلہ‘‘ کے اگلے شمارے میں اس بات پر ٹسوے بہانے شروع کر دیے کہ اب یہ چیلنج کیوں دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس رسالے کا جو شمارہ مئی 1930ء میں شائع ہوا، اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں تھا کہ ہم تو پہلے ہی بے تاب بیٹھے تھے اور اب ہم فوری طرف پر اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی بجائے یہ لکھا کہ قادیان سے شائع ہونے والا یہ پمفلٹ پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے شائع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی اعتراف کیا گیا کہ وہ اب خدا کے غضب کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اور اس اداریہ میں بار بار یہ اعتراف کیا گیا کہ یہ فتنہ پرداز گروہ اب مصائب میں مبتلا ہو چکا ہے۔ اس اداریہ میں لکھا:

’’بے شک آج مرید یہ دیکھ کر خوش ہیں کہ خلیفہ قادیان اپنے مخالفین کو انتہائی مصائب میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ مگر آخر کار خدا اپنی مخلوق کی راہبری کا کوئی ذریعہ نکالے گا۔‘‘

اس فتنہ میں سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ناپاک گند بولنے والے مخالفین تو شامل تھے، یہ امر قابل افسوس ہے کہ غیر مبایع پیغامی احباب کی تنظیم بھی اس کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ رسالہ ’’مباہلہ‘‘ کے پیکٹ ان کی عمارت میں تیار کئے جاتے اور وہاں سے یہ گند تقسیم کیا جاتا اور وہاں اس کی فروخت کی جاتی۔ پہلے تو ان کی طرف سے یہ انکار کیا جاتا رہا کہ وہ اس گندہ دہنی کی کسی قسم کی مدد کر رہے ہیں۔ لیکن قادیان سے شائع ہونے والے ایک اخبار ’’فاروق‘‘ نے ان کے امیر کی تحریر کا عکس شائع کر دیا، جس میں دفتر کو کہا گیا تھا کہ وہ یہ رقم عبد الکریم کو دے دیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبد الکریم اس چیتھڑے کا ایڈیٹر تھا۔ جب یہ بھانڈا بیچ چوراہے میں پھوٹا تو سوائے غیر مربوط عذروں کے کوئی جواب نہ دیا جا سکا۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ کریں فاروق 7 جون 1931ء)

بہر حال اب یہ فتنہ اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ گروہ پہلے بٹالہ گیا اور پھر امرتسر منتقل ہو گیا۔ چند ماہ ان کا رسالہ ’’مباہلہ‘‘ نکلا اور پھر وہ بھی بند کر دیا گیا۔ جماعت کے مخالف مولویوں اور ہندوستان کے جن اخبارات کی طرف سے ان کی پشت پناہی کی جا رہی تھی انہوں نے بھی ان کو ایک گندے رومال کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض اخبارات جو کہ ویسے جماعت احمدیہ کے مخالف تھے، ان لوگوں کی گندہ دہنی سے اتنے متنفر ہوئے کہ انہوں نے اس گندہ دہنی کی مذمت میں مضامین شائع کئے۔ ان میں اخبار ’’تازیانہ‘‘ اور ’’صادق‘‘ بھی شامل ہیں۔ اور قادیان کے غیر احمدی مسلمانوں بلکہ کئی غیر مسلموں نے بھی اس گندی مہم کی مخالفت اور تردید میں اشتہارات شائع کئے۔

اس فتنہ کو بیرونی مدد سے اس لئے بھڑکایا گیا تھا کہ جماعت احمدیہ کے مخالف مولویوں کو ایک سٹیج مہیا کیا جائے اور انہیں دنوں اس بنیاد سے فائدہ اُٹھا کر جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالفین نے اپنی ایک مذہبی سیاسی جماعت ’’مجلس احرار‘‘ کی بنیاد بھی رکھی۔ اور احرار کئی دہائیوں تک جماعت احمدیہ کی مخالفت اور بد زبانی میں سب سے آگے رہے۔ 1933ء میں جب مجلس احرار نے قادیان میں اپنا دفتر قائم کیا تو یہ دفتر مستریوں کے مکان میں ہی قائم کیا گیا تھا۔ (حیات امیر شریعت مصنفہ جانباز مرزا ناشر چٹان پریس لاہور نومبر 1969ء صفحہ 190)۔ پہلے مستریوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم جماعت احمدیہ کو ختم کر دیں گے۔ مستریوں کو استعمال کرنے کے بعد اب مجلس احرار اس متکبرانہ دعویٰ کے ساتھ اٹھی کہ اب ہم اس جماعت کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اور اس وقت پنجاب کی حکومت ان کی بھر پور حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ 1939ء میں مجلس احرار کے صدر افضل حق صاحب نے احمدیت کے بارے میں یہ اعلان کیا

’’احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے دس برس کے اندر اس فتنہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔ باخبر لوگ جانتے ہیں کہ جانباز احرار نے کس طرح مرزائیت کو نیم جان کر دیا ہے۔ موجودہ وزارت کے بدلنے کے ساتھ حالات بھی بدلیں گے۔ ملک میں انگریزی اثر و رسوخ جوں جوں کم ہو گا سرکار کا یہ خود کاشتہ پودا مرجھاتا چلا جائے گا۔‘‘

(خطبات احرار مرتبہ شورش کاشمیری جلد اول صفحہ 37)

حکومتیں آئیں اور گئیں۔ اندرونی فتنے اٹھے اور جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ احرار کا گروہ 1953ء کے فسادات میں بری طرح بے نقاب ہو کر ماضی کا باب بن گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت ایک کے بعد دوسری کامیابی حاصل کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ اس قسم کے دعووں کا انجام ہی ایک بہت بڑی فعلی شہادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کس کے ساتھ ہے۔ ایک مرحلہ پر اس گروہ کو ہندوستان کے بہت سے بااثر لوگوں کی حمایت حاصل رہی لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد کے سامنے کسی گروہ کی طاقت کام نہیں کر سکتی۔ اور ان فتنہ پردازوں کا انجام بھی ناکامی اور حسرت پر ہوا۔

رپورٹ مرزا فرحان احمد بیگ۔ بینن

بینن کے ریجن ناتی ٹنگو میں خوبصورت مسجد کا افتتاح

محض خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بینن کو ریجن ناتی ٹنگو (Natitingou) کی جماعت انندانہ (Anandana) میں ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی جس کا افتتاح مکرم میاں قمر احمد امیر صاحب بینن نے مؤرخہ 11 فروری 2022ء کو کیا۔

سنگِ بنیاد

انندانہ (Anandana) گاؤں ریجنل سینٹر ناتیٹنگو سے تقریباً 55 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے مسجد کی تعمیر کے لئے زمین کی خرید اور کاغذات جماعت کے نام بنوانے کا مرحلہ مکمل ہونے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعائیہ خط لکھنے اور صدقات ادا کرنے کے بعد مکرم مرزا فرحان احمد بیگ مبلغ سلسلہ ریجن ناتی ٹنگو نے لوکل مشنری عزیزم حافظ تونو داؤدہ اور مقامی معلم سلسلہ مکرم پوہو حبیب کے ہمراہ مورخہ 21 نومبر 2021 کو اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور دعا کروائی۔

رقبہ و تعمیر

مسجد کی تعمیر کے لئے جو پلاٹ خرید ا گیا وہ 27x27 مربع میٹر پر محیط ہے۔جس میں سے تقریباً 14x14 مربع میٹر پر مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔جس میں ایک مین ہال، محراب، ایک سٹور، 3 برآمدے اور 2 مینار شامل ہیں۔مسجد کا 5.11x8 مربع میٹر کا رقبہ مسقّف ہے۔مسجد کی چھت لوہے کے گارڈرز اور المونیم کی شیٹس کے ساتھ مضبوط بنائی گئی ہے۔ 8.5x8.5 مربع میٹر حصہ مسجد کے اندرونی ہال پر مشتمل ہے جبکہ اس کے علاوہ 2 مربع میٹر پر مشتمل سٹور اور 6x2 مربع میٹر پر برآمدہ بنایا گیا ہے۔مسجد کے 2 بڑے مینار بنائے گئے ہیں جبکہ سامنے والی انٹرنس پر جو برآمدہ بنایا گیا ہے اسے بھی 2 چھوٹے میناروں سے مزین کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کے لئے جو دروازہ بنایا گیا ہے اسے بھی مزید خوبصورت بنانے کے لئے برآمدہ بنا کر مسقّف کیا گیا ہے۔اس اینٹرنس پر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے ساتھ مسجد کا اور گاؤں کا نام لکھا گیا ہے۔اسی طرح مسجد میں سولر انرجی کے ذریعہ روشنی اور MTA کا بھی انتظام کیا گیا ہے اور اذان کے لئے لاؤڈ سپیکرز کا سسٹم بھی انسٹال کیا گیا ہے۔

کیلیگرافی و پینٹ

مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد اس میں سبز اور سفید رنگ کروایا گیا جو کہ بینن میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تعمیر کی گئی اکثر مساجد کا رنگ ہے۔اس کے بعد مسجد کے اندر خوبصورت کیلیگرافی کا کام کیا گیا ہے جس میں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے علاوہ ہر کھڑکی پر خوبصورت نقش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لکھے گئے ہیں اور محراب میں اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ انتہائی خوبصورت طرز پر تحریر کیا گیا ہے۔

وقارِ عمل

مسجد کی تعمیر میں مقامی معلم عزیزم پوہو حبیب، لوکل مشنری عزیزم حافظ داؤدہ نے ریجنل مشنری مکرم مرزا فرحان احمد کے زیرِ نگرانی انتہائی جوش سے اور محنت سے حصہ لیا اس کے ساتھ احباب جماعت نے جن میں نہ صرف انندانہ کے ممبرز شامل تھے بلکہ قریب کی جماعتوں سے بھی احباب نے آکر متعدد بار وقارِ عمل کئے جس میں جانفشانی اور ایمانی جذبہ سے محض للہ حصہ لیا اور مسجد کے اندر بھرتی ڈالنے کا ایک بڑا کام سرانجام دیا۔

تقریبِ افتتاح

مسجد کے افتتاح کے لئے مؤرخہ 11 فروری 2022ء بروز جمعۃ المبارک مکرم امیر صاحب بینن اپنے وفد کیساتھ جس میں آپ کے ساتھ محترم ابراہیم حمزہ نائب امیر جماعت بینن اور محترم مظفر احمد ظفر مبلغ سلسلہ ریجن پاراکو شامل تھے انندانہ گاؤں میں پہنچے جہاں ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم مرزا فرحان احمد نے اپنی ٹیم اور لوکل احباب کیساتھ جماعتی وفد کا پُرتپاک استقبال کیا۔وفد کے استقبال میں مخلصینِ جماعت

کے نعرہائے تکبیر، خلافتِ احمدیہ زندہ باد اور اپنے خاص روایتی انداز میں پڑھا جس سے احباب کے اخلاص اور حضرت مسیح موعودؑ سے محبت کا رنگ نظر آتا تھا۔اس روح پرور نظارہ کو دیکھ کر ہر احمدی کا ایمان تازہ ہوگیا۔اور اس نے اپنی آنکھوں سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے الہام ''میری تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔تلاوت اور قصیدہ کے بعد ایک لوکل خادم نے اردو میں خوش الحانی سے ''بدرگاہِ ذیشان'' نظم پڑھی اور فرنچ ترجمہ بھی پیش کیا۔اس کے بعد لوکل اتھارٹیز میں سے انندانہ کے سینٹرل امام، آپوستولک پادری اور گاؤں کے چیف نے جماعت احمدیہ کو اس خوبصورت مسجد کی تعمیر پر مبارکباد پیش کی اور اس مسجد کی تعمیر کو اسلام کی تعلیم کو اس گاؤں میں عام ہونے کا پیش خیمہ قرار دیا۔اس کے بعد پولیس کمشنر نے آروندسمہ کے چیف کو اپنی طرف سے بھی مبارکباد پیش کرنے کا کہا جس پر انہوں نے ملک بھر جماعت احمدیہ کی امن کے قیام کے لئے کی جانے والی کاوشوں کو سراہا اور کہا کہ بینن کے اس دور دراز علاقہ میں بھی جماعت احمدیہ کو لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اس دور دراز گاؤں میں اتنی خوبصورت مسجد کی تعمیر بینن میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس کے بعد انہوں نے جماعت کی طرف سے مرمت کئے گئے نلکوں کا ذکر کیا اور جماعت کی کاوشوں کو سراہا۔

مہمانان کے اظہارِ جذبات کے بعد مکرم ابراہیم حمزہ صاحب نے حقیقی احمدی کی تعریف اور ہماری ذمہ داریوں کے موضوع پر اظہار خیال کیا جبکہ مکرم مظفر احمد ظفر مبلغ سلسلہ پاراکو نے نماز کی اہمیت اور مسجد کو آباد رکھنے کی تلقین کی۔

ان تقاریر اور نصائح کے بعد احبابِ جماعت نعرہائے تکبیر بلند کرتے اور دعائیں پڑھتے ہوئے مسجد کی طرف بڑھے جہاں مکرم امیر صاحب بینن نے فیتہ کاٹ کر مسجد کا افتتاح کی اور دعا کروائی اور تمام احباب مسجد میں داخل ہوئے نمازِ جمعہ کے لئے اذان دی گئی اور خطبہ جمعہ میں مکرم امیر صاحب بینن نے مساجد کی خوبصورتی ان کے نمازیوں سے ہوتی ہے کے حوالے سے نصائح کیں۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد حاضرین کی خدمت میں پُر تکلف ظہرانہ پیش کیا گیا۔اس پُرمسرت تقریب میں 200 سے زائد احباب نے شرکت کی۔

بقیہ: دربارِ خلافت ...... از صفحہ 2

کے دلائل بیان کرنے شروع ہی کئے تھے کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک جست ماری، (چھلانگ لگائی) پھر دوسری چھلانگ لگائی اور پھر تیسری چھلانگ لگا کر حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضرت! میری بیعت لے لیجئے۔حضرت خلیفہ اول نے مولوی صاحب سے بیعت لی اور آپ بالکل خاموش تن تنہا ایک آم کی جڑ میں آم سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔میری اس رؤیا کے شاہد جناب شیخ حبیب علی صاحب عرفانی اور جناب ماسٹر عبدالرحمن مہر سنگھ صاحب بھی ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں یہ رؤیا دیکھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ غیر مطبوعہ جلد 6 صفحہ 74-75 از روایات حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحبؓ)

خلافت سے متعلق یہ رؤیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ سے ہی جماعت میں اللہ تعالیٰ دکھاتا چلا آرہا ہے۔یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے، بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ جی آج خوابیں دیکھ لیں، خلیفہ اوّل کے زمانے سے خوابیں اور بہت ساری خوابیں ہیں، پھر حضرت خلیفہ ثانی کی، پھر اُسکے بعد۔ بہرحال یہ چند خوابیں تھیں جو میں نے بیان کیں۔

(خطبہ جمعہ 8؍ فروری 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ایڈیٹر کے نام ایک تاریخی خط

بھیرہ شہر کی روح پرور سیر

مکرم ابن ایف آر بسمل لکھتے ہیں:

5مارچ 2022ء کے الفضل میں پیشگوئی لیکھرام کے پورا ہونے پر آپ کا اداریہ ’’کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا‘‘ اور مکرم چوہدری محمد امجد جمیل کا مضمون ’’ایک خدائی نشان اور تعارف خاندان‘‘ بہت پسند آئے اسی طرح پرنسپل جامعہ نائیجیریا مکرم عبد العظیم احمد کا مضمون بھی بڑا comprehensive معلوماتی اور ایمان افروز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ’’تریاق القلوب‘‘ میں 270 گواہوں کے نام اور بعض کے بیان دئے ہیں۔ جنہوں نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی تحریری شہادت دی۔ 191 ویں نمبر پر ’’الہ دین صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور‘‘ اس عاجز کے پردادا تھے اس عاجز کے دادا اور پردادا خدا کے فضل سے بھیرہ کے صحابہ میں سے تھے۔ بھیرہ ایک قلعہ بند walled city ہے جس کے اردگرد بیضوی شکل میں سڑک گھومتی ہے۔ جس پر شہر کے اندر داخل ہونے کے لئے مغلیہ آرکیٹکچر طرز کے آٹھ محرابی دروازے ہوتے تھے۔ احمدیت کے اعتبار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اس شہر کو حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ کثرت سے یہاں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ ہوئے ہیں۔ اس عاجز کے آباء واجداد کا تعلق چونکہ بھیرہ سے ہے اور اس عاجز نے بھی میٹرک تک بھیرہ میں تعلیم حاصل کی تھی اس لئے عاجز بڑے وثوق سے عرض کرتا ہے کہ عالم تصور میں بھیرہ کے کسی دروازے سے داخل ہوں۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا صحابیؓ نظر آجائے گا۔ ہر طبقہ اور ہر محلہ سے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں داخل ہوئے۔ ملتانی گیٹ (لالو والا دروازہ) سے شہر میں داخل ہوں تو قریب ہی بازار کے عقب میں گلی میں مسجد نور ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا آبائی گھر تھا۔ ریلوے اسٹیشن کی طرف سے لاہوری گیٹ (گنج والا دروازہ) سے شہر میں داخل ہوں تو تقریباً بازار کے سنٹر میں ہی مسجد قاضیاں والی آجاتی ہے۔ یہ مسجد قاضی سید امیر حسین صاحب کی خاندانی مسجد تھی۔ اس کے قریب ہی محلہ حکیماں والا میں حضرت حکیم فضل دین صاحب کا گھر آتا ہے۔ محلہ مفتیوں والا بھی اس سے ملحق ہے جہاں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور حضرت مفتی فضل الرحمن صاحبؓ کا گھر تھا۔ چنیوٹی گیٹ (چک والا دروازہ) سے یہ زیادہ قریب پڑتا ہے۔ کابلی دروازہ (چڑی چوک والا دروازہ) سے داخل ہوں تو حضرت خان بہادر غلام حسین صاحبؓ گلگتی کی حویلی آجاتی ہے جو گلگت اور لداخ کے پولیٹیکل ایجنٹ رہے ہیں۔ کشمیری دروازہ (چٹی پلی والا دروازہ) سے داخل ہوں تو حضرت قریشی غلام حسین صاحبؓ کا گھر آجاتا ہے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ہاتھ اپنی ہینڈ سٹک Hand Stick تحفہ کے طور پر بھیجی تھی جو ان کے پوتے قریشی احمد حسن صاحب مرحوم کے گھر میں محفوظ ہے۔

مغرب میں لوہارا موری والا دروازہ کے ساتھ مسجد فضل ہے۔ محلہ احمدیہ اور محلہ پراچگان ساتھ ساتھ ہیں وہاں بیسیوں گھر صحابہ کے تھے وہاں سے ایک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ہینڈ سٹکز بنا کر بھیجتے تھے۔

مسجد نور کی vicinity میں بیسیوں گھر صحابہ کے تھے حضرت مولوی دلپزیر صاحبؓ کا گھر بھی قریب تھا جو کہ 40 کتب کے مصنف اور شاعر تھے۔ ہمارے آباء واجداد بھی مسجد نور کے سامنے والی گلی میں رہتے تھے۔ شہر کے مڈل میں بازار کے اندر ایک شاندار گرودوارہ ہے۔ اس کے عقب میں حضرت منشی خادم حسین صاحبؓ کا گھر تھا۔ محلہ شیش محل میں بھی ایک صحابی تھے حضرت شیخ محمد شفیع صاحبؓ جن کے ایک بیٹے شیخ محمد اکرم صاحبؓ مرحوم مسلم ٹاؤن لاہور کے صدر تھے اسی طرح حضرت حکیم عبد الجلیل صاحب جو خلافت ثانیہ میں شیخوپورہ شفٹ ہو گئے تھے ان کی اولاد در اولاد سویڈن، برطانیہ، کینیڈا میں پھیل چکی ہے۔

آرکیٹکچر کے دو ماہرین بھی صحابہ میں سے تھے۔ جنہیں انگلش گورنمنٹ نے وڈ کارونگ کے لئے ولائت بھجوایا تھا یہ واپس آکر ولیتیے مشہور ہو گئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دو رضائی بھائی بھی مسجد نور کی vicinity میں رہتے تھے ایک بھائی حضرت حافظ غلام محی الدینؓ قادیان اور دوسرے حضرت حافظ محمد امینؓ جہلم شفٹ ہو گئے تھے۔ انہی رضائی بھائیوں کے پوتوں میں سے میجر ڈاکٹر عبد الحق مرحوم امیر ضلع گجرات اور مولانا جمیل الرحمن رفیق معروف ہوئے۔

بھیرہ کے بعض صحابہ کو مدرسہ احمدیہ اور ٹی آئی اسکول قادیان میں تدریس کا موقع ملا۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ، حضرت منشی خادم حسین صاحبؓ اور حضرت ماسٹر نور الٰہی صاحبؓ اور حضرت ماسٹر عبد الرؤف صاحبؓ وغیرہ (حضرت ماسٹر نور الٰہی صاحبؓ کے والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پگڑی حاصل کی تھی جو ان کے پوتے کے پاس ہے) بھیرہ کے صحابہ کی اکثر اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برکتیں دیں۔ ٹی آئی کالج کے وائس پرنسپل میاں عطاء الرحمن صاحب بھی بھیرہ کے ایک صحابی حضرت میاں کرم دین صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ آئی سپیشلسٹ میجر جنرل نسیم صاحب مرحوم کے نانا بھی بھیرہ کے صحابہ میں سے تھے اب تو بھیرہ کے کئی صحابہ کی اولادیں یورپ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں پھیل گئی ہیں۔

موٹر وے بننے سے بھیرہ پھر لائم لائٹ میں آرہا ہے۔ کاش جماعت احمدیہ کی رونقیں بھی واپس آجائیں۔ آپ نے جس لیکھرام ثانی کا ذکر کیا ہے اس کے تباہ شدہ جہاز کا scratch اس عاجز نے بھی دیکھا ہے جو عبرت کا نشان ہے۔

☆...☆...☆

نوٹ از ایڈیٹر: مؤقر اخبار الفضل کے مستقل قاری، الفضل سے عشق کی حد تک پیار کرنے والے ادیب، نامہ نگار اور مضمون نویس مکرم ابن ایف آر بسمل نے آج بھیرہ شہر کی ایسی روحانی سیر کروائی کہ طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ ایک طرف طبیعت میں طراوٹ اور دوسری طرف افسوس کہ کاش اتنی تفصیل سے بھیرہ کا تعارف پہلے پڑھنے کو ملتا تو بھاگ کر جا کر دیکھ آتے۔

خاکسار نے بہت دفعہ فیملی کے ساتھ اور کئی دفعہ دوستوں کے ساتھ بھیرہ دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ اسلام آباد میں آٹھ سال مقیم رہا۔ اپنے عزیزوں سے ملنے منڈی بہاؤالدین جاتے اس راہ سے گزر ہوا۔ مگر ارادہ، ارادہ ہی رہا پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا جس کا آج مجھے بہت افسوس محسوس ہو رہا ہے۔

جو دوست آسانی سے بھیرہ وزٹ کر سکتے ہوں انہیں اپنی روح کی آسودگی اور ایمان کی بڑھوتری کے لئے ضرور جانا چاہئے۔ یہ اس عظیم شخصیت کی آماجگاہ رہی ہے جس کے متعلق مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ’’...اور ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔‘‘

(ترجمہ از عربی عبارت مندرجہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581-586)

یہ وہ روحانی وجود تھے جو اپنا تمام مال و اسباب اور جائیداد چھوڑ کر قادیان میں دھونی رما بیٹھے اور اسی کو اپنا وطن ثانی بنا لیا۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ آمین

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

(تذکرہ:363،ایڈیشن چہارم 2004)

ترجمہ:اے میرے رب!ہر ایک چیز تیری خدمت گزار ہے۔اے میرے رب!پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

یہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کی حفاظتِ الٰہی کے حصول کی الہامی دعا ہے۔آپؑ نے اسے اسمِ اعظم قرار دیا ہے۔اور فرمایا ہے کہ:

اورمیرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے نجات ہوگی۔

(تذکرہ :363، 364 ایڈیشن چہارم 2004)

بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اس بارے میں مَیں ایک دعا کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں، چند دن پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ دشمن کا کوئی منصوبہ ہے، تو مَیں اس کو حملے سے پہلے ہی بھانپ لیتا ہوں اور اس وقت مَیں یہ دعا پڑھ رہا ہوں کہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ اور پڑھتے پڑھتے مجھے خیال آتا ہے کہ اپنے سے زیادہ مجھے جماعت کے لئے دعا پڑھنی چاہئے تو اس میں جماعت کو بھی شامل کروں۔تو اس حوالے سے مَیں آپ کو بھی تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ احباب جماعت بھی اپنی دعاؤں میں اس دعا کو بھی ضرور شامل کریں، اللہ تعالیٰ ہر شر سے ہر ایک کو بچائے اور جماعت کی حفاظت فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 3 اکتوبر 2008ء)

مرسلہ:مریم رحمٰن

فقہی کارنر

پردہ کی فلاسفی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غضِ بصر اور پردہ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور اُن کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور اُن کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور اُن کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور اُن کے حسن کے قصے نہ سُنیں۔ نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کاروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کرسکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھاوے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 343-344)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو اس کے ماں باپ کو قیامت کے روز دو تاج پہنائے جائیں گے۔جن کی روشنی سورج کی چمک سے بھی زیادہ ہوگی۔یعنی اگر دنیا میں سورج تمہارے گھروں میں آجائے تو اس کی روشنی سے ان تاجوں کی روشنی زیادہ ہوگی۔ پھر جب اس کے ماں باپ کا یہ درجہ ہوا تو خیال کرو کہ خود اس شخص کا جس نے قرآن سیکھا کیا درجہ ہوگا۔

(سنن ابی داؤد۔700 احکامِ خداوندی صفحہ 22 مرتبہ حنیف احمد محمود)

(بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا)

		19 مارچ 2022ء	غروب آفتاب	طلوع فجر
مکہ مکرمہ			18:31	05:10
مدینہ منورہ	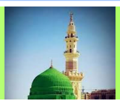		18:31	05:10
قادیان			18:39	05:13
ربوہ			18:19	04:53
اسلام آباد ٹلفورڈ			18:14	04:39